جلد (۲) عدد (۲)

صفر سنہ ۱۳۵۲ ہجری

۷۸۶

ماہنامہ

ترجمان القرآن

علوم و معارف قرآنی و حقائق فرقانی کا ذخیرہ

مرتبہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی

باہتمام

مولوی ابو محمد صاحب مصلح

اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن میں طبع ہوا

قیمت سالانہ صمہ

قیمت فی پرچہ ۵ر

خـــالی صفحـــه

فہرست مضامین

نمبر شمار			صفحہ
۱	اشارات		۷۴
۲	اسلامی تہذیب اور اسکے اصول ومبادی		۸۴
۳	باغ جنّت	مولانا عبداللہ العمادی	۹۷
۴	القاء۔ الہام۔ وحی	جناب ذوقی شاہ صاحب	۱۱۰
۵	قرآن مجید اور جرمنی	بیرن عمر رالف ایہرن فلس۔	۱۱۹
۶	بیرن عمر کی تقریر پر خیالات	جناب ذوقی شاہ صاحب	۱۲۴
۷	عالمگیر تحریک قرآن اور فرقہ بندیاں	مولوی ابو محمد صاحب مصلح	۱۳۰
۸	مقتبسات		۱۳۲
۹	نقد و نظر		۱۳۴
۱۰	اعلان یوم النبیؐ		۱۳۵

اشارات

قرآن مجید میں جگہ جگہ ان قوموں کا ذکر آیا ہے جن پر گذشتہ زمانہ میں خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ ہر قوم پر نزول عذاب کی صورت مختلف رہی ہے۔ عاد پر کسی طرح کا عذاب اترا، ثمود پر کسی اور طرح کا، اہل مدین پر کسی دوسری صورت میں، اور آل فرعون پر ایک نئے انداز میں۔ مگر عذاب کی شکلیں اور صورتیں خواہ کتنی ہی مختلف ہوں، وہ قانون جس کے تحت یہ عذاب نازل ہوا کرتا ہے ایک ہی ہے، اور ہرگز بدلنے والا نہیں ہے سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۳۳ - ۸)

نزول عذاب کے اس قانون کی تمام دفعات پوری تشریح کے ساتھ قرآن مجید میں درج کی گئی ہیں۔ اس کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کی خوش حالی بڑھ جاتی ہے تو وہ غلط کاری اور گمراہی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور فطرۃً اس کی عملی قوتوں کا رخ صلاح کے بجائے فساد کی طرف پھر جایا کرتا ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (۱۷: ۲)	اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ لوگ اس بستی میں نافرمانیاں کرتے ہیں

پھر وہ بستی عذاب کے حکم کی مستحق ہو جاتی ہے پھر ہم اس کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔

دوسرا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ خدا کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا، بدکار قوم خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتی ہے، خدا کسی قوم کو نعمت دیکر اس سے کبھی نہیں چھینتا، ظالم قوم خود اپنی نعمت کے درپے ہو جاتی ہے اور اس کے مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۸: ۶)

یہ اس لئے کہ اللہ کبھی اس نعمت کو بدلنے والا نہیں ہے جو اس نے کسی قوم کو بخشی ہو، تاوقتیکہ وہ قوم خود اپنے آپ کو نہ بدلدے اور اس وجہ سے کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۹: ۹)

اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرتا، وہ تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

پھر یہ بھی اسی قانون کی ایک دفعہ ہے کہ خدا ظلم (ظلم بر نفس خود) پر مواخذہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا، مہلت و ڈھیل دیتا ہے۔ اور تنبیہیں کرتا رہتا ہے کہ نصیحت حاصل کریں اور سنبھل جائیں۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (۱۶: ۸)

اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے بدلے میں پکڑتا تو روئے زمین پر کوئی متنفس باقی نہ رہتا۔ مگر وہ لوگوں کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دیا کرتا ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

ہم نے تم سے پہلے کی قوموں میں بھی اسی طرح پیغمبر بھیجے ان کو سختی اور تکلیف میں گرفتار کیا تاکہ شاید

لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ - فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ	وہ ہماری طرف عاجزانہ جھکیں پس جب ان
بَأْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ	ہماری طرف سے مصیبت آئی تو کیوں نہ وہ ہمارے
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۶:۵)	آگے گڑگڑائے؟ مگر ان کے دل سخت ہو چکے تھے

اور شیطان نے ان کی نگاہوں میں ان کے اعمال کو مزین بنا دیا تھا۔

اس ڈھیل کی مدت میں اکثر ظالم قوموں کو خوش حالی کے فتنہ میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ وہ اس سے دہوکہ کھا جاتی ہیں۔ اور واقعی یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ ہم ضرور نیکو کار ہیں۔ ورنہ ہم پر نعمتوں کی بارش کیوں ہوتی؟

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ	کیا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو مال اولاد سے
بَنِيْنَ، نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا	انکی امداد کئے چلے جا رہے ہیں (تو اس کے معنی یہ
يَشْعُرُوْنَ (۲۳:۴)	ہیں کہ) ہم ان کو فائدہ پہونچانے میں جلدی کر رہے ہیں

(حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے اصلی بات جو کچھ ہے) اسے یہ نہیں سمجھتے۔

آخر کار جب وہ قوم کسی طرح کی تنبیہ سے نہیں سنبھلتی اور ظلم کئے جاتی ہے تو خدا اس کے حق میں نزول عذاب کا فیصلہ کر دیتا ہے اور جب اس پر عذاب کا حکم ہو جاتا ہے تو پھر کوئی قوت اس کو نہیں بچا سکتی۔

وَتِلْكَ الْقُرٰى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ	یہ بستیاں جن کے آثار تم دیکھ رہے ہو ان کو ہم نے
جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا (۱۸:۸)	اس وقت تباہ کیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے
	انکے ہلاک ہونے کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا تھا
وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ	اور جب تیرا رب ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے تو وہ ایسی ہی

ظَالِمَةٌ ، اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (۱۱:۹)	بری طرح پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوا کرتی ہے۔
وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (۱۳:۲)	اور جب خدا کسی قوم کے حق میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی قوت اس کی شامت کو دفع کرنے والی نہیں ہوتی، اور پھر خدا کے مقابلہ میں ان کا کوئی مددگار نہیں نکلتا

یہ عذاب الٰہی کا اٹل قانون جس طرح پچھلی قوموں پر جاری ہوتا رہا ہے اسی طرح آج بھی اس کا عمل جاری ہے اور اگر بصیرت رکھتے ہوں تو اپنی آنکھوں سے اس کے نفاذ کی کیفیت مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ مغرب کی وہ عظیم الشان قومیں جن کی دولت مندی و خوشحالی، طاقت و جبروت، شان و شوکت، عقل و ہنر کو دیکھ دیکھ کر نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں اور جن پر انعامات خداوندی کی پیہم بارشوں کے مشاہدے سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ شاید یہ خدا کے بڑے ہی مقبول اور چہیتے بندے اور خیر و صلاح کے مجسمے ہیں۔ ان کی اندرونی حالت پر ایک غائر نگاہ ڈالیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اس عذاب الٰہی کے قانون کی گرفت میں آچکی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو خود اپنے انتخاب و اختیار سے اس دیو ظلم (ظلم بر نفس خود) کے چنگل میں پوری طرح پھنسا دیا ہے جو تیزی کے ساتھ انہیں تباہی و ہلاکت کی طرف لیئے چلا جا رہا ہے۔

وہی صنعت و حرفت کی فراوانی، وہی تجارت کی گرم بازاری وہی دہائے سیاسی کی کامیابی وہی علوم حکمیہ و فنون عقلیہ کی ترقی، وہی نظام معاشرت کی فلک پیما بلندی، جس نے ان قوموں کو تمام دنیا پر غالب کیا، اور روئے زمین پر ان کی دھاک بٹھائی آج ایک ایسا خطرناک جال بن کر

ان کو پلٹ گئی ہے جس کے ہزاروں پھندے ہیں۔ اور ہر پھندے میں ہزاروں مصیبتیں ہیں۔ وہ اپنی عقلی تدبیروں سے جس پھندے کو کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا ہر تار کٹ کر ایک نیا پھندا بن جاتا ہے۔ اور رہائی کی ہر تدبیر مزید گرفتاری کا سبب ہوجاتی ہے۔

یہاں ان تمام معاشی اور سیاسی اور تمدنی مصائب کی تفصیل کا موقع نہیں ہے جن میں مغربی قومیں اس وقت گرفتار ہیں۔ بیان مدعا کے لئے اس تصویر کا صرف ایک پہلو پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ قومیں کس طرح اپنے اوپر آپ ظلم کر رہی ہیں۔ اور کس طرح اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کئے جا رہی ہیں۔

اپنے معاشی تمدنی اور سیاسی احوال کی خرابی کے اسباب تشخیص کرنے اور ان کا علاج تجویز کرنے میں اہل فرنگ سے عجیب عجیب غلطیاں ہو رہی ہیں منجملہ ان کے ایک غلطی یہ ہے کہ وہ اپنی مشکلات کا بڑا اصلی سبب آبادی کی کثرت کو سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ افزایش نسل کو روکا جائے۔ معاشی مشکلات کے ساتھ ساتھ یہ خیال نہایت تیزی کے ساتھ مغربی ممالک میں پھیلنا شروع ہوگیا ہے اور دلوں میں کچھ اس طرح بیٹھا ہے کہ لوگ اپنی نسل کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اپنی نسل کے سب سے بڑے دشمن بن گئے ہیں۔ ضبط ولادت کے نئے نئے طریقے جو پہلے کسی کے ذہن میں بھی نہ آتے تھے اب عام طور پر رائج ہو رہے ہیں۔ اس تحریک کو ترقی دینے کے لئے نہایت وسیع پیمانے پر تبلیغ و اشاعت ہو رہی ہے، کتابیں، پمفلٹ، رسائل اور جرائد خاص اسی موضوع پر شائع کئے جا رہے ہیں۔ انجمنیں اور جمعیتیں قائم کی جا رہی ہیں، ہر عورت اور مرد کو اس کے متعلق معلومات بہم پہونچانے، اور عملی آسانیاں فراہم کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ غرض کئی سال سے یورپ اور امریکہ کے عمرانی "مصلحین" نے اپنی نسلوں کے خلاف ایک زبردست جنگ چھیڑ دی ہے اور جوش

اصلاح میں ان کو یہ سوچنے کا ہوش بھی نہیں ہے کہ آخر یہ جنگ کہاں جا کر رکے گی۔

توالد و تناسل سے مغربی قوموں کی نفرت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ضبط ولادت کے متعدد طریقوں سے بچ بچا کر جو حمل ٹھیر جاتے ہیں۔ ان کو بھی اکثر و بیشتر گرا دیا جاتا ہے، روس میں تو یہ فعل قانوناً جائز قرار دیدیا گیا ہے۔ اور ہر عورت کا یہ حق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تین مہینے تک کا حمل ساقط کر دے لیکن انگلستان اور دوسرے فرنگی ممالک میں جہاں اسقاط حمل قانوناً ممنوع ہے خفیہ طور پر اسقاط کی کثرت وبا کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ فرانس میں عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ جتنے بچے ہر سال پیدا ہوتے ہیں قریب قریب اتنے ہی حمل ہر سال ساقط کئے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض ڈاکٹروں کا خیال یہ ہے کہ اسقاط کی تعداد پیدائش سے زیادہ ہے تیس اور چالیس برس کے درمیان شاید ہی کوئی عورت ہو جس نے اسقاط کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ گو قانوناً یہ فعل جرم ہے لیکن دواخانوں میں علانیہ اس کا ارتکاب ہوتا ہے اور فرضی بیماریاں رجسٹروں میں درج کر دی جاتی ہیں۔ انگلستان میں بہت سی دائیاں ہیں جن کا کاروبار اسقاط ہی سے چلتا ہے۔ ایک ڈاکٹر کا اندازہ ہے کہ ہر پانچ عورتوں میں سے چار ایسی ضرور نکلیں گی جنھوں نے کبھی نہ کبھی اسقاط کیا ہوگا۔ جرمنی میں تقریباً دس لاکھ حمل ہر سال ساقط کئے جاتے ہیں، اور اتنی ہی تعداد زندہ پیدا ہونے والے بچوں کی ہے۔ بعض جرمن شہروں میں تو اندازہ کیا گیا ہے کہ گذشتہ بیس سال کے اندر جتنے بچے پیدا ہوئے اس سے دوگنے حمل ساقط کر دیے گئے

عورت جس کے اندر فطرت نے ایک زبردست جذبۂ مادری رکھا تھا، مغربی ممالک میں اب اتنی شقی القلب ہو گئی ہے کہ وہ اپنے پیٹ کی اولاد کو ہلاک کرنے کے لئے خود اپنی جان تک کو

خطرہ میں ڈالنے سے نہیں چوکتی۔ ڈاکٹر نارمن ھیر (Norman Haire) اپنی ایک تقریر میں بیان کرتا ہے کہ ایک حاملہ عورت اس کے ہاں آئی اور اس نے اسقاط کی خواہش ظاہر کی جب قانونی مجبوری کی بنا پر عذر کیا گیا تو اس نے طرح طرح کی زہریلی دوائیں کھا کر پیٹ گرانے کی کوشش کی سیڑھیوں پر سے قصداً اپنے آپ کو لڑھکایا اونچے اونچے مقامات سے کودگئی۔ بھاری بھاری بوجھ اٹھائے اور جب اس سے بھی اسقاط نہ ہوا تو آخرکار ایک اناڑی دایہ کی دوا استعمال کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ مادام البرشٹ (Madamme Albrecht) کا بیان ہے کہ عورتیں حمل ساقط کرنے کے لئے وہ وہ حرکتیں کر گذرتی ہیں جو بیان نہیں کی جا سکتیں مثلاً پیٹ پر سخت آلات سے ضربیں لگانا، رحم کو مختلف آلات سے صدمہ پہنچانا، وحشیانہ طریقوں سے ناچنا، اپنے آپ کو قصداً اونچی جگہوں سے گرا دینا۔ سخت سے سخت زہریلی چیزیں حتیٰ کہ بارود تک کھا جانا وہ ایک فرانسیسی عورت کا قصہ بیان کرتی ہے کہ اس نے حمل سے تنگ آکر ایک لمبی پن لی اور رحم میں چبھو چبھو کر اس کو اتنا زخمی کیا کہ خون جاری ہوگیا۔ اس قسم کی بدولت بکثرت عورتیں ہر سال اپنی جان دیدیتی ہیں۔ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ انگلستان کے شفاخانہائے نسوان میں جتنی عورتیں ہر سال مرتی ہیں۔ ان میں سے نصف کا سبب اسقاط حمل ہے۔ اور یہی کیفیت دوسرے ممالک کی بھی ہے

اس زبردست نسل کشی کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کی شرح پیدائش میں بہت کمی واقع ہوگئی ہے۔ سنہ ۱۸۷۶ اور سنہ ۱۹۳۰ء کے اعداد کا مقابلہ کیجئے انگلستان اور ویلز میں شرح پیدائش ۲ء ۳۶ فی ہزار سے گھٹ کر ۳ء ۱۶ (اور سنہ ۱۹۳۱ء میں ۸ء ۱۵) رہ گئی ہے۔ جرمنی میں ۹ء ۴۰ سے ۵ء ۱۷ اٹلی میں ۲ء ۳۹ سے ۷ء ۲۶، سویڈن میں ۸ء ۳۰ سے ۴ء ۱۵، نیوزی لینڈ میں ۰ء ۴۱ سے ۸ء ۱۸ تک گھٹ گئی ہے۔ سردست چونکہ ان ممالک میں شرح اموات بھی قریب قریب اسی نسبت سے

کم ہوگئی ہے اس لئے آبادی ایک حالت پر ٹھیری ہوی ہے لیکن اندازہ کیا گیا ہے کہ اگر شرح پیدائش اسی رفتار سے گھٹتی رہی تو دس سال گذرنے کے بعد یہ ٹھیری ہوی حالت قائم نہیں رہیگی بلکہ آبادی گھٹنی شروع ہوجائے گی۔

سب سے زیادہ خطرناک حالت فرانس کی ہے۔ تمام دنیا کے ممالک میں صرف یہی ملک ایسا ہے جہاں کی آبادی روز بروز گھٹتی چلی جارہی ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں وہاں کی شرح پیدائش ۲ء۲۵ فی ہزار تھی سنہ ۱۹۳۱ء میں ۱ء۱۷ رہ گئی مگر شرح اموات میں اس تناسب سے کمی نہیں ہوئی سنہ ۱۸۸۰ء میں شرح اموات ۶ء۲۲ تھی سنہ ۱۹۳۱ء میں صرف ۳ء۱۶ تک اتری۔ فرانس کے ہمسایہ اور حریف ممالک جرمنی اور اٹلی میں ۱۳۵ اور ۱۳۰ آدمی فی مربع کیلومیٹر آباد ہیں۔ مگر فرانس میں صرف ۷۳ فی مربع کیلومیٹر آبادی کا اوسط ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں فرانس کی سرزمین پر ۷۳۰۲۴۹ بچے پیدا ہوئے اور اس کے حریف جرمنی میں پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد ۱۰۳۱۵۰۰ تھی۔

مس سلی ہیملٹن اپنی کتاب (ماڈرن فر   ) میں لکھتی ہے کہ اس حالت نے فرانس کے مدبرین سیاست میں ایک گہری پریشانی پیدا کر رکھی ہے جس کا برا اثر نہ صرف فرانس بلکہ تمام دنیا کی سیاست پر مترتب ہو رہا ہے۔ فرانس کی عیش پسند آبادی دیہات کو چھوڑ چھوڑ کر شہروں میں منتقل ہو رہی ہے۔ اٹلی و پولینڈ وغیرہ ممالک کے باشندے ہجرت کرکے فرانس میں آرہے ہیں۔ اور زمینوں پر قبضہ کرتے چلے جارہے ہیں۔ فی ہفتہ ۲ ہزار مہاجرین کا اوسطاً اندازہ لگایا گیا ہے سنہ ۱۹۲۹ء میں فرانسیسی سرزمین پر جتنے بچے پیدا ہوئے ان میں تقریباً ۹ فی صدی غیر قوموں کے تھے۔ اس سے فرانسیسی سیاسیین کو اندیشہ ہے کہ آگے چل کر ایک وقت ایسا آئے گا جب فرانسیسی قوم خود اپنے گھر میں غیر قوموں کی اکثریت سے مغلوب ہو جائے گی تاہم یہ خطرہ بعید ہے۔ بالکل قریبی خطرہ

یہ ہے کہ فرانس کے حریف اٹلی اور جرمنی کی آبادی اس سے بہت زیادہ ہے۔ اگر تخفیف اسلحہ کی تجاویز کو منظور کر کے فرانس اپنے آلات جنگ کم کردے تو آیندہ لڑائی میں کامیابی کا انحصار فوج کی کثرت پر ہوگا اور اس میدان میں اکیلا جرمنی اور اکیلا اٹلی، فرانس پر زور رہے گا۔ یہی خطرات ہیں جن کی وجہ سے فرانس کا طرز عمل بین الملی مسائل میں دوسری اقوام کے خلاف ہے۔

یہ نتائج ہیں اس عاقلانہ تدبیر کے جو یورپ نے اپنی معاشی اور تمدنی مشکلات کو دور کرنے کے لئے اختیار کی ہے۔ اس وقت فرانس کے سوا تمام فرنگی ممالک کی آبادی صرف اس وجہ سے ایک ٹھیری ہوی حالت پر قائم ہے کہ شرح اموات سے شرح پیدائش ابھی تک زیادہ ہے۔ اس لئے شرح پیدائش کے گھٹنے کا اثر آبادی پر مترتب نہیں ہوا ہے۔ لیکن اہل فرنگ کے پاس یہ یقین کرنے کی کونسی معقول وجہ ہے کہ شرح اموات اور شرح پیدائش کا یہی تناسب ہمیشہ برقرار رہے گا؟ کیا انہوں نے اسکا اطمینان کرلیا ہے کہ کسی روز مغربی افریقہ کے مچھر زرد بخار کے جراثیم لئے ہوے خود انہی کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر یورپ نہ پہنچ جائیں گے؟ کیا انہوں نے اس کی کوئی ضمانت لے لی ہے کہ کبھی یورپ میں اچانک انفلوئنزا، طاعون، ہیضہ اور ایسے ہی دوسرے وبائی امراض میں سے کوئی مرض نہ پھیل جائے گا؟ کیا وہ اس سے بے خوف ہو چکے ہیں کہ ایک دن یکایک فرنگی سیاست کے باروت خانوں میں سے کسی ایک میں ویسی ہی کوئی چنگاری نہ آپڑے گی جیسی ۱۹۱۴ء میں سراجیفو میں گری تھی، اور پھر فرنگی قومیں خود اپنے ہاتھوں سے وہ سب کچھ نہ کر گذریں گی جو کوئی وبا اور کوئی بیماری نہیں کر سکتی؟ اگر ان میں سے کوئی صورت بھی پیش آگئی اور دفعتہً یورپ کی آبادی میں سے چند کروڑ آدمی قتل یا ہلاک یا ناکارہ ہو گئے، تو اس وقت یورپ کے باشندوں کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے آپ کو خود کس طرح تباہ کیا۔

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا — کیا بستیوں کے لوگ مطمئن ہیں کہ ہمارا عذاب نہ آپڑے گا

بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ـ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (۷ : ۱۲)

نہ آجائے گا جب کہ وہ سوتے ہوں گے؟ اور کیا ان بستیوں کے لوگوں نے اس کا اطمینان کرلیا ہے، کہ ہمارا عذاب کبھی دن دہاڑے ان کو نہ آئے گا جبکہ وہ کھیلتے ہوں گے؟ اور کیا وہ اللہ کی چال سے بےخوف ہوگئے ہیں؟ سو اللہ کی چال سے تو وہی لوگ بےخوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے۔

ایسی ہی ایک قوم اب سے تین ہزار برس پہلے عرب کے جنوبی ساحل پر آباد تھی جس کا ذکر قرآن میں سبا کے نام سے آیا ہے اس قوم کی گھنی آبادی کا سلسلہ سواحل بحر ہند سے سواحل بحر احمر تک پھیلا ہوا تھا ہندوستان اور یورپ کے درمیان جتنی تجارت اس زمانہ میں ہوتی تھی، وہ سب اسی قوم کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کے تجارتی قافلے جنوبی ساحل سے مال لے کر چلتے تو مغربی ساحل تک مسلسل بستیوں اور باغوں کی چھاؤں میں چلے جاتے تھے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ، سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ (۳۴ : ۲) مگر انہوں نے اللہ کی اس نعمت کو مصیبت سمجھا اور چاہا کہ ان کی یہ گھنی، متصل مسلسل بستیاں کم ہو جائیں اور ان کا باہمی فصل بڑھ جائے فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یہاں لفظ بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا سے پتہ چلتا ہے کہ تجارتی خوشحالی کی وجہ سے جب آبادی بڑھی اور بستیاں گنجان ہوگئیں تو وہاں بھی یہی سوال پیدا ہوا تھا جو آج یورپ میں پیدا ہوا ہے۔ اور وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ سے اشارہ ملتا ہے کہ شاید انہوں نے بھی ایسی کچھ تدبیریں اختیار کی ہوں گی جن سے انکی بستیوں کا درمیانی فصل بڑھ جائے یا بالفاظ دیگر آبادی کم ہو جائے۔ پھر ان کا حشر کیا ہوا۔ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۳۴ : ۲) خدا نے انکو منتشر اور پارہ پارہ کرکے ایسا تباہ و برباد کیا کہ بس انکا افسانہ ہی بس رہ گیا۔

اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

(۲)

زندگی کا اسلامی تصور

اسی لفظ خلافت و نیابت سے ایک اور اہم نکتہ کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔ نائب کا اصلی کمال یہ ہے کہ وہ اپنے آقا کی املاک میں اس کی جانشینی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے اور جہاں تک ممکن ہو ان میں اسی شان کا تصرف کرے جس شان کا تصرف خود حقیقی مالک کرتا ہے بادشاہ اگر اپنی رعیت پر کسی شخص کو اپنا نائب بنائے تو اس کے لئے اپنے منصب نیابت کے استعمال کا بہترین طریقہ یہ ہوگا کہ رعیت کی خبر گیری، شفقت، مہربانی، حفاظت، عدل اور حسب موقع سختی کرنے میں وہی سیرت اختیار کرے جو خود بادشاہ کی سیرت ہے اور بادشاہ کی املاک اور اس کے اموال میں ویسی ہی حکمت، تدبر، دانائی اور احتیاط سے تصرف کرے جس سے خود بادشاہ ان میں تصرف کرتا ہے۔

پس جب انسان کو خدا کا خلیفہ اور نائب قرار دیا گیا، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان خدا کی نیابت و خلافت کا پورا حق اسی وقت ادا کرسکتا ہے جب خدا کی مخلوق کے ساتھ برتاؤ کرنے میں اس کی روش بھی ویسی ہی ہو جیسی خود خدا کی روش ہے یعنی جس شان ربوبیت کے ساتھ خدا اپنی مخلوق کی خبر گیری اور پرورش کرتا ہے ویسی ہی شان کے ساتھ انسان بھی اپنے محدود دائرہ عمل میں ان چیزوں کی خبر گیری اور پرورش کرے جو اللہ نے اس کے قبضۂ قدرت میں دی ہیں۔ اسی طرح جس شان رحمانی و رحیمی کے ساتھ خدا اپنی مخلوق پر مہربان ہے جس شان حکمت و دانائی کے ساتھ خدا اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے، جس شان عدل کے ساتھ خدا اپنی مخلوقات

پر نظم قائم کرتا ہے جس شان رحم و کرم کے ساتھ خدا اپنی صفت قہر و جبر کا اظہار کرتا ہے چھوٹے پیمانہ پر اسی شان کے ساتھ انسان بھی خدا کی اس مخلوق کے ساتھ معاملہ کرے جس پر اللہ نے اس کو حکومت بخشی ہے، اور جسے اس کے لئے مسخر کیا ہے یہی مفہوم ہے جو تخلقوا باخلاق اللہ کے حکیمانہ جملہ میں ادا کیا گیا ہے۔ مگر یہ اعلیٰ اخلاقی مرتبہ صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انسان اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ اس دنیا میں کوئی خود مختار فرمان روا نہیں ہے بلکہ اس عالم کے حقیقی فرمانروا کا نائب ہے، اور یہی نیابت کا منصب ہے جو دنیا کی تمام اشیا حتیٰ کہ خود اپنے جسم اور جسمانی و نفسانی قوتوں کے ساتھ اس کے تعلق کی حیثیت اور حدود متعین کرتا ہے

منصب نیابت کی تشریح میں یہ جتنے نکات بیان ہوئے ہیں ان سب کی تفصیل قرآن مجید میں موجود ہے جس سے دنیا اور انسان کے باہمی تعلق کا ہر پہلو روشن اور واضح ہو جاتا ہے۔

انسان نائب ہے نہ کہ مالک کہا گیا کہ:۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰىكُمْ (۶ : ۲)	وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا۔ اور تم میں سے بعض کو بعض سے اونچے درجے دئے تاکہ جو کچھ اس نے تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔
قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۷ : ۱۴)	موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور تمھیں زمین کی خلافت دے تاکہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ	اے داؤد! ہم نے تجھ کو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (۳۸ : ۲)	پس تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ یہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیگی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کیلئے اس بنا پر سخت عذاب ہے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ (۹۵)	کیا خدا تمام حاکموں کا حاکم نہیں ہے ؟
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (۶ : ۷)	حکومت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے۔
قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (۳ : ۳)	کہو کہ اے خدا ! ملک کے مالک ! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معزز کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔
اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ (۷ : ۱)	جو کچھ تمہاری طرف خدا کی جانب سے ہدایت بھیجی گئی ہے صرف اسی کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے بناوٹی فرمانرواؤں کی پیروی نہ کرو۔
قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (۶ : ۲۰)	کہو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت سب خدا کیلئے ہے جو رب العالمین ہے

یہ آیات بتاتی ہیں کہ دنیا میں جتنی چیزیں انسان کے زیر تصرف اور زیر حکم ہیں حتیٰ کہ خود اس کا نفس بھی اس کی ملک نہیں ہے اصلی مالک اور حاکم اور فرمانروا خدا ہے۔ انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان چیزوں میں مالکانہ تصرف کرے اور من مانے طریقوں سے ان کو استعمال کرے

اس کی حیثیت دنیا میں صرف نائب کی ہے اور اس کے اختیار کی حد بس اتنی ہے کہ خدا کی ہدایت پر چلے اور اس کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ان چیزوں میں تصرف کرے۔ اس حد سے تجاوز کر کے اپنے نفس کی پیروی کرنا۔ یا فرمانروائے حقیقی کے سوا کسی اور فرمانروا کی پیروی کرنا بغاوت اور گمراہی ہے۔

دنیا میں کامیابی کی اولین شرط کہا گیا کہ:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۲۹ : ۶)

اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ سے کفر کیا وہی دراصل نقصان میں ہیں۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۲ : ۲۷)

تم میں سے جو کوئی خدا کی اطاعت سے پھر گیا اور اس حال میں مرا کہ وہ کافر تھا۔ تو ایسے تمام لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۵ : ۱)۔

اور جو کوئی ایمان لانے سے انکار کرے اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نائب خدا ہونے کی حیثیت سے دنیوی زندگی میں انسان کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کی فرمانروائی تسلیم کرے۔ اور دنیا میں جو کچھ کرے یہ سمجھ کر کرے کہ میں خدا کا نائب اور اس کا امین ہوں۔ اس حیثیت کو تسلیم کئے بغیر خدا کی ملکیت میں وہ جس قدر تصرف کرے گا وہ محض باغیانہ تصرف ہوگا اور یہ قاعدے کی بات ہے کہ باغی اگر کسی ملک پر متصرف ہو کر بہتر کارگذاری بھی دکھائے، تب بھی ملک کی اصلی حکومت اس کے حسن عمل کو تسلیم نہ کرے گی اور بادشاہ کی نگاہ میں باغی بہرحال باغی ہوگا، خواہ اس کی ذاتی سیرت اچھی ہو یا بری۔ خواہ بغاوت کر کے اس نے ملک میں اچھی طرح تصرف کیا ہو یا بری طرح

دنیا برتنے کے لئے ہے کہا گیا کہ :-

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا
طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ - اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ
بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۲ : ۲۱)

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاک ہے اس
میں سے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ
تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں بدی اور بے
حیائی اور خدا کے بارے میں ایسی باتیں کہنے کا حکم
دیتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ
مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ - وَكُلُوْا مِمَّا
رَزَقَكُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (۵ : ۱۲)

اے ایمان لانے والو! جو پاک چیزیں اللہ نے
تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو اپنے اوپر
حرام نہ کرو، اور حد سے بھی نہ گذرو کہ اللہ
حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور
ان پاک اور حلال چیزوں میں سے کھاؤ جو اللہ
نے تمھیں عطا کی ہیں، اور اس خدا کے غضب سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ
الرِّزْقِ (۷ : ۴)

کہو کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا ہے
جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے اور کس نے
پاک رزق کو حرام کر دیا ہے۔

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ
عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ
الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۷ : ۱۹)

ہمارا پیغمبر ان کو نیکی کا حکم کرتا، اور بدی سے
روکتا ہے، اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال
اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے بوجھ
اور بندشوں کو دور کرتا ہے جو ان پر تھیں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (۲: ۲۵)

تمہارے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ اپنے رب کا فضل (یعنی کاروبار کے ذریعہ سے روزی) تلاش کرو۔

رُهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ (۵۷: ۴)۔

اور رہبانیت کا طریقہ جو مسیح کے پیروؤں نے خود نکال لیا تھا۔ انہوں نے محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔ وہ ہم نے ان پر نہیں لکھا تھا

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (۷: ۲۲)

ہم نے جہنم کے لئے ایسے بہتیرے جن اور انسان پیدا کئے ہیں جن کے پاس دل ہیں مگر ان سے سوچتے سمجھتے نہیں اور ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے پاس کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے یہی لوگ غفلت میں ہیں۔

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ انسان کا کام دنیا کو چھوڑ دینا نہیں ہے، نہ دنیا کوئی ایسی چیز ہے کہ اس سے پرہیز اور حذر کیا جائے۔ اس سے دور بھاگا جائے، اس کے کاروبار اس کے معاملات اس کی نعمتوں، اور اس کی لذتوں اور زینتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جائے۔ یہ دنیا انسان ہی کے لئے بنائی گئی ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ اس کو برتے اور خوب برتے۔ مگر برے اور بھلے پاک اور ناپاک، مناسب اور نامناسب کے فرق کو ملحوظ رکھ کر برتے۔ خدا نے اس کو آنکھیں دی ہیں اس لئے کہ وہ ان سے دیکھے، کان دیئے ہیں کہ ان سے سنے عقل دی ہے کہ اس سے کام لے اگر وہ اپنے حواس، اپنے اعضاء اور اپنے قوائے ذہنی کو استعمال نہ کرے، یا استعمال کرے مگر غلط طریقہ سے تو اس میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔

دنیوی زندگی کا مآل کہا گیا۔

إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (۳۵:۱۱)

آخرت سے متعلق اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی فریب تم کو خدا سے بے فکر کرے

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۱۱:۱۰)

جن لوگوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا وہ ان دنیوی لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ مجرم تھے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ أَمَلًا (۱۸:۶)

ان کے سامنے دنیوی زندگی کی مثال پیش کر۔ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور وہ زمین کے برگ و بار کے ساتھ مل گیا پھر آخر کار یہ سب نباتات بھوسہ ہو کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے مال اور اولاد محض دنیوی زندگی کی زینت ہیں مگر تیرے رب کے نزدیک ثواب آیندہ کی توقع کے اعتبار سے باقی رہنے والی نیکیاں زیادہ بہتر ہیں۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۶۳:۲)

اے ایمان لانے والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر دیں جو لوگ ایسا کریں گے دراصل وہی ٹوٹے میں ہیں۔

وَمَآ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى إِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (۳۴:۵)

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد وہ چیزیں نہیں ہیں جو تم کو ہم سے قریب کرنے والی ہوں ہم سے قریب صرف وہ ہے جو ایمان لایا اور جس نے نیک عمل کیا

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا -

(۵۷:۲)

جان رکھو کہ دنیا کی زندگی ایک کھیل ایک تماشا ایک ظاہری شان ہے اور آپس میں تمہارا ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور مال اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ بارش ہوئی، اس کی روئیدگی نے نافرمانوں کو خوش کر دیا۔ پھر وہ پک گئی اور تو نے دیکھا کہ وہ زرد پڑ گئی، پھر آخر کار وہ بھوسہ ہو کر رہ گئی۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (۲۶:۷)

کیا تم ہر اونچی جگہ بے نتیجہ یادگاریں بناتے اور عمارتیں کھڑی کرتے ہو، شاید کہ تمہیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (۲۶:۸) -

کیا تم ان چیزوں میں جو یہاں ہیں اطمینان سے چھوڑ دیے جاؤ گے؟ ان باغوں ان چشموں ان کھیتوں، ان نخلستانوں میں جن کے خوشے ٹوٹے پڑتے ہیں، تم پہاڑ کاٹ کاٹ کر گھر بنا رہے ہو اور خوش ہو۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴:۱۱)

تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تم کو آ لے گی، خواہ بڑے مضبوط برجوں ہی میں کیوں نہ ہو

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۲۹:۶)

ہر جی کو موت آنی ہے۔ پھر تم سب ہماری طرف واپس لائے جاؤ گے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۲۳ : ۶)	کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بے نتیجہ پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف واپس نہ لائے جاؤ گے

پہلے کہا گیا تھا کہ دنیا تمہارے لئے ہے، اور اسی لئے بنائی گئی ہے کہ تم اس کو خوب اچھی طرح برتو۔ اب معاملہ کا دوسرا رخ پیش کیا جاتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ مگر تم دنیا کے لئے نہیں ہو نہ اس لئے بنائے گئے ہو کہ یہ دنیا تمہیں برتے اور تم اسی میں اپنے آپ کو گم کر دو۔ دنیا کی زندگی سے دھوکا کھا کر کبھی یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ہمیں دائماً یہیں رہنا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ یہ مال یہ دولت، یہ جائداد، یہ عمارتیں یہ اولاد، یہ عزیز، یہ اقارب، یہ دولت، یہ شان و شوکت کے سامان، سب ناپائدار ہیں سب کچھ دیر کا بہلاوا ہیں، سب کا انجام موت ہے۔ اور تمہاری طرح یہ سب بھی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اس ناپائدار عالم میں سے اگر کوئی چیز باقی رہنے والی ہے تو وہ صرف نیکی ہے۔ دل اور روح کی نیکی عمل اور فعل کی نیکی۔

اعمال کی ذمہ داری اور جواب دہی

پھر کہا گیا :-

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى (۲۰ : ۱)	فیصلہ کی گھڑی جس کو ہم چھپانے کا ارادہ رکھتے ہیں آنے والی ہے تا کہ ہر نفس کو اس کی سعی کے مطابق بدلہ ملے
هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۷ : ۷)	کیا تم کو تمہارے عملوں کے سوا کسی اور چیز کے لحاظ سے جزا دیجائے گی؟
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (۵۳ : ۳) -	اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنی اس کوشش اس نے کی ہے اور اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور یہ کہ آخر کار سب کو تیرے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (١٧ : ٨)

جو اس دنیا میں اندھا تھا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا - اور راہ راست سے بہت ہٹا ہوا

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (٢ : ١٣)

تم اپنے لیے جو نیکیاں اس دنیا سے بھیجوگے انہیں اللہ کے ہاں پاؤ گے، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (٢ : ٣٨)

اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے پاس واپس کیے جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے کیے کا بدلہ ملیگا اور ان پر ہرگز ظلم نہ کیا جائے گا -

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمِنْ سُوْٓءٍ (٣ : ١٣)

وہ دن جبکہ ہر نفس اپنی کی ہوئی نیکی اور اپنی کی ہوئی بدی کو حاضر پائیگا -

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (٧ : ١)

اس دن وزن ہی حق ہوگا۔ جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا - وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا وہی لوگ اپنے آپ کو نقصان پہونچانے والے ہونگے کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (٩٩)

جو شخص ذرہ برابر نیک عمل کریگا اس کا نتیجہ دیکھ لیگا اور جو ذرہ برابر برا عمل کریگا اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیگا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (٣ : ٢٠)

اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور کہا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہ کرونگا خواہ وہ مرد ہو یا عورت -

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ
لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ
وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ
نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (۶۳:۲)

ہمنے تم کو جو کچھ بخشا ہے وہ خرچ کر دو قبل اس کے
کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کہے کہ میرے رب
کاش تو مجھے تھوڑی مہلت اور دیتا تو میں تیرے
پیغام کی تصدیق کرتا اور نیکو کاروں میں سے ہوتا
مگر اللہ کسی نفس کی مدت مقررہ آن پہنچنے کے بعد
پھر اس کو مہلت ہرگز نہیں دیتا۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْ
جِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ..
...... فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ
يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا
عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۲:۲)

کاش تم وہ وقت دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے
سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور کہیں گے کہ پروردگار
ہم نے اب دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس کر دے
ہم اچھے عمل کریں گے۔ اب ہم کو یقین حاصل
ہو گیا ہے ..... مگر کہا جائیگا کہ اب اس کوتاہی
کا مزا چکھو کہ تم نے اس دن ہمارے پاس حاضر
ہونیکو بھلا دیا تھا ہم نے بھی تم کو بھلا دیا اب ہمیشگی کے
غذاب کا مزہ چکھو ان اعمال کے بدلہ میں جو تم کرتے تھے

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا دار العمل ہے سعی اور کوشش کی جگہ ہے اور آخرت کی زندگی دار الجزا ہے نیکی اور بدی کے پھل اور اعمال کے بدلے کا گھر ہے۔ انسان کو موت کی گھڑی تک دنیا میں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے اس کے بعد اسے پھر عمل کی مہلت ہرگز نہ ملے گی لہذا اس عرصہ حیات میں اس کو یہ سمجھ کر سعی کرنی چاہیئے کہ میرا ہر کام، میری ہر حرکت، میری ہر برائی اور بھلائی اپنا ایک اثر رکھتی ہے۔ ایک وزن رکھتی ہے، اور اس اثر اور وزن کے مطابق مجھے بعد کی زندگی میں اچھا

یا بُرا نتیجہ ملنے والا ہے مجھے جو کچھ ملے گا وہ میری یہاں کی کوشش زمیرے یہاں کے عمل کا بدلہ ہوگا۔ نہ میری کوئی نیکی ضایع ہوگی اور نہ کوئی بدی سزا سے بچے گی۔

انفرادی ذمہ داری اس ذمہ داری کے احساس کو مزید تقویت دینے کے لئے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے، نہ کوئی دوسرا اس کی ذمہ داری میں شریک ہے، اور نہ کوئی شخص کسی کو اس کے نتائج عمل سے بچا سکتا ہے:-

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُم۔ (۵:۱۴)

تم پر تمہارے اپنے نفس کی ذمہ داری ہے، اگر تم ہدایت پاؤ تو دوسرا گمراہ ہونے والا تم کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (۶:۲۰)

ہر نفس جو کچھ کماتا ہے اس کا بوجھ اسی پر ہے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۶۰:۱)

قیامت کے دن تمہارے رشتے دار تمہاری اولاد ہرگز کام نہ آئے گی۔ تمہارے درمیان اللہ فیصلہ کرےگا۔ اور اس کی نظر تمہارے عملوں پر ہے

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا (۱۷:۱)

اگر تم نیک کام کروگے تو اپنے نفس کے لئے کروگے اور اگر بُرے کام کروگے تو اسی کے لئے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (۳۵:۳)

کوئی شخص کسی دوسرے کا بار گناہ اپنے سر نہ لےگا اور اگر کسی پر گناہوں کا بڑا بار ہو۔ اور وہ اپنا ہاتھ بٹانے کے لئے کسی کو بلائے تو وہ اس کے بوجھ کا کوئی حصہ اپنے اوپر نہ لیگا خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا
لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ
هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا (۲۱ : ۴)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف
کرو جب کہ نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام
آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ
صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ
(۳۰ : ۵)

جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اس کے سر ہے
اور جس نے نیک عمل کیا تو ایسے لوگ خود اپنی بہتری
کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔

یہاں ہر انسان پر فرداً فرداً اس کے تمام اچھے اور برے اعمال کی کامل ذمہ داری کا بوجھ ڈالدیا گیا ہے نہ یہ امید باقی رہنے دی گئی ہے کہ کوئی ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کریگا نہ اس توقع کے لئے کوئی گنجائش چھوڑی گئی ہے کہ کسی کے تعلق اور کسی کے واسطے سے ہم اپنے جرائم کی پاداش سے بچ جائینگے۔ اور نہ اس خطرہ کا کوئی موقع باقی رکھا گیا ہے کہ کسی کا جرم ہمارے حسن عمل پر اثر انداز ہوگا یا خدا کے سوا کسی کی خوشی کو ہمارے اعمال کی مقبولیت و نامقبولیت میں کوئی دخل ہے جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے والے کو جلنے سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی اور شہد کھانے والے کو شیرینی کے احساس سے کوئی شے نہیں روک سکتی نہ جلنے کی مضرت میں کوئی دوسرا شخص اس کا شریک و سہیم ہو سکتا ہے، اور نہ شیرینی کی لذت سے کوئی دوسرا اس کو محروم کر سکتا ہے اسی طرح بدکاری کے نتیجہ بد اور نیکوکاری کے انجام نیک میں بھی ہر شخص بجائے خود منفرد ہے۔ لہذا دنیا کو برتنے میں ہر شخص کو اپنی پوری ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے۔ اور دنیا و مافیہا سے قطع نظر کرکے یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہئے کہ اپنے ہر عمل کا ذمہ دار میں خود ہوں، برائی کا وبال بھی تنہا میرے اوپر ہے اور بھلائی کا فائدہ بھی اکیلا میں اٹھانے والا ہوں۔

باقی

باغ جنت

(از مولانا عبد اللہ العمادی)

(۱)

اِنَّ اللہ اشتری مِنَ المُؤمنین اَنفُسَھُم و اموالھم بِاَنَّ لھم الجنۃ جنت تو وہ ہے جو مومنین کو بعد موت نصیب ہو گی اس پر ہم سب کا ایمان ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور جنت بھی ہے جس کا اسی دنیا سے تعلق ہے۔

سورۂ بقر کے دوسرے رکوع آیت نمبر ۱۲ میں نیک کردار ایمانداروں کو بشارت دیگئی ہے کہ ان کے لئے باغ ہوں گے۔ جاری نہریں ہونگی۔ پاکیزہ بیویاں ہوں گی جب کوئی میوہ ملیگا تو عام رواج کے مطابق اس کو نیا دیکھکر طبیعت رک نہ جائے گی کہ نہ معلوم کیسا ہو کیسا نہ ہو جتنے میوے ہوں گے صورت میں سب یکساں ہوں گے اور مزے میں ہر ایک کے ذائقے جدا جدا نکلیں گے کہ یکسان ہونے سے طبیعت مانوس رہیگی اور ذائقہ میں تفاوت سے سب میں نیا مزہ آئے گا۔ یہ حالت پائدار ہو گی اور یہ نیک بندے اسی حالت میں ہمیشہ رہیں گے مفسرین نے اس کی تشریح یوں کی ہے:۔

الف۔ باغ سے مراد باغ بہشت ہے[۱]

ب۔ بہشت کے جتنے درخت ہوں گے جڑ سے شاخ تک برابر و با ترتیب یکساں ہوں گے۔[۲]

---

[۱] روی ابن جریر قال حدثنا کریب عن الاشجعی عن سفیان عن عمرو بن مُرۃ عن مسروق قال نخل الجنۃ نضید من اصلھا الی فرعھا وثمرھا امثال القلال کلما نزعت ثمرۃٌ عادت مکانھا اخری وماؤھا یجری فی غیر اخدود

[۲] عن مجاھد قال حدثنا یزید قال اخبرنا مسعر بن کدام عن عمرو بن مرۃ عن ابی عبیدۃ بنحوہ

ج۔ درختوں کے میوے مٹکے برابر ہوں گے۔ [۱]

د۔ جہاں کوئی میوہ توڑا گیا کہ فوراً دوسرا میوہ وہاں لگ جائیگا۔ [۲]

ھ۔ باغ بہشت میں بغیر نالیوں کے پانی رواں رہیگا۔ [۳]

و۔ باغ بہشت کے خوشے بارہ بارہ گز کے ہوں گے۔ [۴]

ز۔ درخت ایسے ہوں گے کہ ان کے سایہ میں مسافر سو برس تک چلا جائے اور پھر بھی سایہ طے نہ ہو [۵]

ح۔ باغ بہشت میں جب کوئی میوہ لیکر کھانا چاہے گا تو وہ میوہ اس کے منہ تک نہ پہونچنے پائیگا۔ کہ خدا ویسا ہی دوسرا میوہ بجائے اس کے لادیگا۔ [۶]

ان کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سن لینے کی بات ہے :۔

لا یشبہُ شیٔ مما فی الجنۃ ما فی الدنیا الا الاسماءُ — بہشت کی چیزوں میں سے کوئی چیز دنیا کی چیزوں سے اگر مشابہ ہوگی تو برائے نام [۷]

دوسری روایت میں ہے :۔

لیس فی الدنیا مما فی الجنۃِ الا الاسماء — بہشت کی چیزوں میں سے دنیا میں کچھ نہیں ہے اگر ہے تو نام ہی نام ہے [۸]

ایک اور حدیث میں ہے ۔

لیس فی الدنیا من الجنۃ شیٔ الا الاسماء — نام کے سوا دنیا میں بہشت کی اور کوئی چیز نہیں ہے [۹]

---

[۱] عن محمد بن بشار قال حدثنا ابن محمد قال حدثنا سفیان قال سمعت عمرو بن مرۃ یحدث عن ابی عبیدۃ فذکر مثلہ ۔

[۲] عن مسروق وابی عبیدہ ۔ [۳] عنہ مسروق وابی عبیدہ ۔

[۴] اورد النیسابوری والخطیب الشربینی وغیرہما حدیثاً فی صفۃ ثمار الجنۃ دعنا قیدُھا فقالا العنقودُ اثنا عشر ذراعاً

[۵] قال النیسابوری یرون الشجرۃ یسیر الراکب فی ظلہا مائۃ عام لا یقطعہ"

[۶] زعم الخطیب الشربینی فی تفسیرہ المسمی بالسراج المنیر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال والذی نفس محمد بیدہٖ ان الرجل من اہل الجنۃ یتناول الثمرۃ لیاکلہا فماہی واصلۃٌ الی فیہ یبدل اللہ مکانہا مثلہا ۔

[۷] ابن جریر عن محمد بن بشار قال حدثنا مؤمل قال جمیعاً حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابن عباس الخ

[۸] ابن بشار فی حدیثہ عن مؤمل [۹] ابن جریر عن عباس بن محمد قال حدثنا محمد بن عبید عن الاعمش عن ابی ظبیان عن ابن عباس الخ ۔

بہر حال اصل آیت یوں ہے :-

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا
هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ
مُتَشَابِهًا ۔ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ سورہ بقرہ آیت ۲۰ رکوع ۳

اے پیغمبر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل
بھی کئے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (بہشت کے)
باغ ہیں جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی جب ان کو
ان میں کا کوئی میوہ کھانے کو دیا جائیگا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے
بھی (کھانے کے لئے) مل چکا ہے اور (یہ اس لئے کہیں گے کہ) انکو
ایک ہی صورت و شکل کے میوے ملا کریں گے اور وہاں انکے
لئے بیویاں ہوں گی پاک و صاف اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۱

اس آیت میں کئی باتیں قابل تنقیح ہیں۔ (۷)

الف۔ جنت (باغ) سے کیا مراد ہے ؟

ب۔ هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے نصیب ہو چکا ہے) سے
کیا مراد ہے ؟

ج۔ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (میوہ ان کو یکساں دیا جائیگا) سے کیا مراد ہے ؟

د۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے) سے کیا مراد ہے ؟

الف۔ تمام مفسرین نے جنت سے بہشت مراد لی ہے حتیٰ کہ سید احمد خان نے بھی اسی کو

۱ یہ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم سے ماخوذ ہے مولوی صاحب نے جنت کا ترجمہ باغ کیا ہے مگر اس کے ساتھ بہشت کا لفظ بھی اضافہ کر دیا ہے
آیۃ میں میوہ کھانے نہ کھانے کا کچھ تذکرہ نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی لفظ وارد نہیں ہے لیکن مطلب سمجھانے کے لئے جناب موصوف نے اس کو
بڑھا دیا ہے۔ خلدون کا ترجمہ محض لطف کلام کے لئے "ہمیشہ ہمیشہ" کیا ہے حال آنکہ یہ ترجمہ اگر ہو سکتا ہے تو خٰلِدُوْنَ اَبَدًا کا ہو سکتا ہے

صحیح مان کر آیت کے مفہوم کو واقعات بعد الموت سے وابستہ کیا ہے یعنے نیک کردار ایمان والوں کو یہ نعمتیں جیتے جی نہ ملیں گی، مرنے کے بعد ملیں گی خاتمۂ آیت (ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ) سے یہ خیال اور بھی پختہ ہوگیا کیونکہ بظاہر خلود کے معنی ہمیشگی کے ہیں۔ اور دنیا کی زندگی میں کوئی ایسی نعمت موجود نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے جس کے لئے ہمیشگی و بقائے دوام ممکن ہو مطلب یہ ہوا کہ خدا کے فضل سے جن کو بہشت ملیگی وہ ہمیشہ پر لطف زندگی بسر کریں گے اور جو نعمتیں انہیں ملیں گی وہ سب دوامی ہوں گی البتہ سید صاحب نے اتنی بات بڑھائی ہے کہ بہشت اور اس کی نعمتوں کی حقیقت و ماہیت کچھ اور ہے۔ ان کی رائے بہشت اور اس کی نعمتوں کے بیان کرنے سے "صرف اعلیٰ درجہ کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا۔ نہ واقعی ان دونوں چیزوں کا دوزخ و بہشت میں موجود ہونا"[1] اس لئے کہ "یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں۔ باغ میں سرسبز شاداب درخت ہیں۔ دودھ اور شراب شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی اور ساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں۔ ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہات ڈالے پڑا ہے۔ ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونے میں۔ کچھ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں"[2]

ب۔ ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کی تاویل میں سب نے یہی لکھا ہے کہ جب کسی کو نیا پھل کھانے کو دیا جائے جو اس نے کبھی نہ دیکھا ہو تو اس کے کھانے سے رکتا ہے کہ نہیں

[1] تفسیر القرآن (طبع لاہور) جلد ۱ صفحہ ۴۳ [2] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۳۳

معلوم کیا ہے۔ جنتیوں کو جو ایک ہی صورت کے پھل ملیں گے تو وہ ان کے کھانے میں تامل نہیں کرسکتے۔ جانتے ہیں کہ ایسا تو ہم پہلے بھی کھا چکے ہیں۔ ہاں شاید صورت کے دھوکہ میں آکر چند ل لالچ بھی نہ آئے۔ کہ حلوا چو ایکبار خوردند بس۔ تو چکھنے کے بعد دوسرا ذائقہ ملے گا۔ اوران کے دل زیادہ خوش ہوں گے کہ خلاف توقع مزہ ملا۔ یہ تو جسمانیت اور مادیت کی باتیں ہوئیں لیکن امام رازی کی رائے میں ان تمام باتوں کا تعلق روحانیت سے ہے جسمانیت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ فرماتے ہیں۔

فی الآیۃ قول ثالث علیٰ لسان اہل المعرفۃ وھو ان کمال السعادۃ لیس الا فی معرفۃ ذات اللہ تعالیٰ و معرفۃ صفاتہ ومعرفۃ افعالہ من الملائکۃ الکروبیۃ والملائکۃ الروحانیۃ وطبقات الارواح وعالم السموٰت و بالجملۃ یجب ان یصیر روح الانسان کالمرآۃ المحاذیۃ لعالم القدس ثم ان ھٰذہ المعارف تحصل فی الدنیا ولا تحصل بھا کمال الالتذاذ والابتہاج لما ان العلائق البدنیۃ تعوق عن ظہور تلک السعادۃ فاذا زال ھٰذا العائق حصلت السعادۃ العظیمۃ والغبطۃ

آیت میں اہل معرفت کی زبان سے ایک تیسری بات بھی مذکور ہے اور وہ یہ کہ کمال نعمت اور سعادت صرف خدا کی ذات وصفات وافعال کے پہچاننے میں ہے کہ کروبیان عالم بالا و فرشتگان روحانی وطبقات ارواح وعالم سموات کے متعلق انسان کو شناسائی حاصل ہو۔ اور لازم ہے کہ اس کی روح ایک ایسے آئینہ کے مماثل ہو جائے۔ جو عالم قدس کے ٹھیک سامنے ہو۔ یہ معرفت دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں پوری لذت اور کافی خوشی نہیں ہوتی اس لئے کہ جسمانی تعلقات اس لذت وسعادت کے ظاہر ہونے میں سنگ راہ بن جاتے ہیں اور اگر یہ روک اٹھ جائے تو اصلی وحقیقی لطف حاصل ہو۔ ماحصل یہ ہے کہ جو روحانی نعمتیں اور لذتیں

الکبری۔ فالحاصل ان کل سعادة روحانية یجدها الانسان بعد الموت فانہ یقول هذه هی التی کانت حاصلة فی الدنیا الا انها فی الدنیا ما افادت اللذة والبهجة والسرور وفی الاخرة افادت هذه الاشیاء لزوال العایق [1]

انسان کو مرنے کے بعد حاصل ہوگی تو وہ کہیگا کہ یہ وہی نعمتیں ہیں جو دنیا میں بھی حاصل تھیں ۔ مگر دنیا میں یہ بات نہ تھی کہ ان کی وجہ سے مزہ و دلچسپی وخوشی ہوتی ہو۔ آخرت میں یہ سب باتیں حاصل ہوگئیں اس لئے کہ جو روک تھی وہ مٹ گئی [1]

ج۔ واتوا به مُتَشَابِهًا کے معنی تو یہی لئے گئے ہیں کہ اہل جنت کو جو میوے ملیں گے وہ سب کے سب شکل وصورت میں یکساں ہوں گے اور دنیا کے میووں سے انکی شکلیں ملتی جلتی ہوں گی لیکن حسن بن الحسن البصری وقتادہ و ابن جریج سے متعدد حدیثیں اس مفہوم کی بھی روایت کیگئی ہیں کہ بہشت کے میووں کا ہر ایک حصہ اور ہر ایک جزو دوسرے جز کے متشابہ (ملتا جلتا) ہوگا۔ یعنے جنت کے میوے چھلکے سے لیکر مغز تک بے داغ وبے عیب ہوں گے دنیاوی میووں کی سی کیفیت نہو گی کہ میوے کا کچھ حصہ تو اچھا ہوتا ہے اور کچھ ناقص رہتا ہے [2]

قاضی بیضاوی نے اس جسمانی کیفیت کو بھی روحانیت پر محمول کیا ہے لکھتے ہیں۔

ان للآیة الکریمة محملا آخر وهو ان مستلذات اهل الجنة فی مقابلة ما رُزِقُوا فی الدنیا من المعارف والطاعات متفاوتةٌ فی اللذة بحسب تفاوتها فیحتمل ان یکون المراد من هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا انه ثوابه ومن تشابهما تماثلهما فی الشرف

آیت کریمہ کا ایک اور مطلب بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ معرفت وعبادت کے ضمن میں جو مزے دنیا میں حاصل تھے ان کے مقابلہ میں بہشت کے مزوں اور لذتوں میں فرق ہوگا ہو سکتا ہے کہ آیت "یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے نصیب ہو چکا ہے" سے مراد دنیاوی عبادت ومعرفت کا ثواب ہو یعنی جو

[1] تفسیر کبیر (طبع خیریہ مصر ١٣٠٨ھ) جلد ١ صفحہ ٢٢٣ ۔ [2] تفسیر ابن جریر (طبع میمنیہ مصر) جلد ١ صفحہ ١٣٢ و ١٣٣

والمزية وعلو الطبقة فيكون هٰذا في الوعد نظير قوله ذُوقوا ما كنتم تَعمَلُونَ۔ في الوعيد [1]

لذت دنیا میں خدا کی عبادت و معرفت میں چکھی تھی بہشت کی لذت اس سے بڑھ کر ہوگی) اور اُن کو میوہ یکساں دیا جائیگا' میں یکساں ہونے بزرگی و برتری و علو مدارج میں یکساں ہونا مقصود ہو۔ اس صورت میں یہ وعدہ اس وعید کی نظیر ہوگا جس میں دھمکی دی گئی ہے کہ اب اپنے کئے کو چکھو [1]

اور خطیب شربینی بھی اس قول میں قاضی بیضاوی کے ہم زبان ہیں۔ [2]

د۔ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ کا مطلب بالاتفاق یہی بیان کیا گیا ہے کہ اہل بہشت کی ہمیشہ انہیں نعمتوں میں بسر ہوگی اور اس حالت میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہونے پائے گا۔

(۳)

اس باب میں تحقیقات کا دائرہ صرف پہلی اور آخری تنقیح تک وسیع ہے جس کے ضمن میں آیت کا مفہوم و مدعا بھی واضح ہو جائے گا۔ پہلی تنقیح کا انحصار لفظ جنت کی تشریح پر ہے۔ اور دوسری تنقیح پر دوسری فرصت میں بحث ہوگی۔

لغت میں جنت کے معنی اس باغ کے ہیں جس کے درخت گھنے ... در شاخ و پیچ در پیچ ہوں اور آپس میں لپٹے نظر آئیں۔ اصطلاح میں جنت کو صرف باغ آخرت سے مخصوص سمجھ لیا گیا ہے اور اصل میں حقیقی جنت وہی ہے بھی لیکن کلام اللہ نے آخرت کے باغوں کو بھی جنت کہا ہے اور دنیا کے باغوں کے لئے بھی جنت ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سورۃ انعام میں ہے۔

---

[1] تفسیر البیضاوی (علی ہامش الخطیب الشربینی) جلد ا صفحہ ۹۲ - [2] تفسیر الخطیب الشربینی جلد ا صفحہ ۳۱ -

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ
غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ
مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ
مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ۔ كُلُوْا مِنْ
ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ
حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ
الْمُسْرِفِیْنَ ۔ (سورۃ الانعام ۔ رکوع ۷ ۔ آیت ۱۴۲)

اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے باغ پیدا کیے (بعض ٹٹیوں پر) چڑھائے ہوئے (جیسے انگور کی بیلیں) اور بعض نہیں چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف (قسموں کے) ہوتے ہیں اور زیتون و انار (کہ بعض تو صورت و شکل و مزہ میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض نہیں بھی ملتے جلتے (لوگو!) یہ سب چیزیں جب پھلیں تو انکے پھل (بے تامل) کھاؤ اور (ان نعمتوں کے شکریہ میں) ان کے کاٹنے (اور توڑنے) کے دن حق اللہ (یعنی زکوٰۃ ان میں سے) دیدیا کرو۔ اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا

ایک اور مقام پر ہے:۔

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا
مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۔
وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ
وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ
مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ۔ اُنْظُرُوْۤا
اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ
لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ ۶ ۔ آیت ۹۹)
(رکوع ۱۲)

اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے پانی اتارا پھر (اسکے بعد) ہم (ہی) نے اس سے ہر قسم (کی روئیدگی) کے کوئے نکالے پھر کویوں سے ہم نے ہری بھری ٹہنیاں نکال کھڑی کیں کہ ان سے ہم گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں گچھے جو (مارے بوجھ کے) جھکے پڑتے ہیں اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار (ظاہر میں ایک دوسرے سے) ملتے جلتے اور (مزے کے اعتبار) سے ملتے جلتے نہیں (لوگو! ان میں سے ہر ایک چیز جب پکتی ہے تو اس کا پھل اور پھل کا پکنا (قابل دید ہے۔ اور

اور اس کو نظرِ غور سے) دیکھو بیشک جو لوگ (خدا پر) ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ان سب چیزوں میں (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں۔

سورہ یٰسٓ میں ہے۔

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ اَحْیَیْنٰھَا وَاَخْرَجْنَا مِنْھَا حَبًّا فَمِنْہُ یَاْکُلُوْنَ وَجَعَلْنَا فِیْھَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا مِنَ الْعُیُوْنِ لِیَاْکُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ وَمَا عَمِلَتْہُ اَیْدِیْھِمْ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ۔ (سورۂ ۳۶ ۔ رکوع ۲ آیت ۳۵ و ۳۶)

اور ان لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے ہماری (قدرت کی) ایک نشانی مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) زمین ہے کہ ہم نے اس کو (پانی برسا کر) جلا اٹھایا اور اس سے اناج نکالا اسی میں سے یہ (لوگ بھی اپنی قسمت کا) کھاتے ہیں۔ اور زمین میں ہم نے کھجوروں کے اور انگور کے باغ لگائے اور ان میں (پانی کے) چشمے بہائے تاکہ باغ کے پھلوں میں سے یہ (لوگ اپنی قسمت کا) کھائیں اور (معلوم ہے کہ) یہ (پھل) ان کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے نہیں۔ تو کیا یہ (لوگ اس نعمت کا) شکر نہیں کرتے

سورہ قٓ میں ہے:۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّھَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۔ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ ۔ (سورۂ ۵۰ رکوع آیت ۱)

اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا (اپنے بندوں کو روزی دینے کے لئے اس (پانی) کے ذریعہ سے باغ اگائے اور کھیتی کا اناج اور لانبی کھجوریں جن کی گیلیں خوب گتھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور (نیز) ہم نے مینہ کے ذریعہ سے مری ہوئی (یعنی پڑتی پڑی ہوئی) بستی کو جلا اٹھایا۔ اسی طرح (لوگوں کو) نکلنا ہوگا

سورۂ نوح میں ہے۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

گناہوں کی اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے تم پر موسلادھار مینہ برسائے گا اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کریگا اور تمہارے لئے نہریں بنائے گا۔

(سورہ ۷۱، رکوع اول۔ آیت ۵)

سورہ مؤمنون میں ہے :۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۔ (سورہ ۲۳۔ رکوع اول آیت ۹)

ہمیں نے ایک انداز کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین میں (جمع کر کے) ٹھیرا رکھا اور ہم اس (پانی) کے (اڑا) لے جانے پر (بھی) قادر ہیں پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنا کھڑے کئے تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے پیدا ہوئے اور ان میں سے (بعض کو) تم کھاتے (بھی) ہو۔

سورہ شعراء میں ہے :۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (سورہ ۲۶ رکوع ۳ آیت ۱۸)

غرض ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو) باغوں سے اور چشموں (سے) اور خزانوں (سے) اور عزت کی جگہ (سے) نکال باہر کیا۔

سورہ دخان میں ہے :۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا

یہ لوگ کتنے ہی باغ اور (کتنی ہی) نہریں اور (کتنی ہی) کھیتیاں اور (کتنے ہی) عمدہ عمدہ مکانات اور (کتنے ہی)

فِيهَا فَاكِهِينَ - كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ - فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ - (سورہ ۴۴۔ رکوع اول آیت ۱۳ و ۱۴ ۔

آرام و آسائش کے) سامان چھوڑ مرے جن میں مزے اڑایا کرتے تھے (واقع میں) ایسا ہی (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو اس (تمام ساز و سامان) کا وارث بنا دیا تو ان لوگوں پر آسمان و زمین (کسی) کو (بھی تو) رقت نہ آئی اور نہ ان کو توبہ و ندامت (ہی) کی مہلت ملی۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے :۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (سورہ ۱۷ رکوع ۱۰ آیت ۹۳

اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اس وقت تک تم پر ایمان لانے والے نہیں کہ (یا تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ (بہا) نکالو یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ بیچ میں تم (بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ۔

سورہ فرقان میں ہے :۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا - اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا -
(سورہ ۲۵ - رکوع اول آیت ۵)

اور انہوں نے (یعنی کافروں نے) کہا کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ ہو کر (دھمکی کو عذاب خدا سے) ڈراتا۔ یا اس پر کوئی خزانہ نازل ہی ہوتا۔ (یا زیادہ نہیں تو) اس کے پاس ایک باغ (ہی) ہوتا کہ اس سے کھاتا (پیتا) اور یہ ظالم (مسلمانوں سے) کہتے ہیں۔ کہ تم بس ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

سورہ کہف میں ہے:-

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا
لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ ×××
كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا ××××
وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ
××× وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ
قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
××× فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا
مِّن جَنَّتِكَ ×××××× (سورہ ١٨)
رکوع ٥ آیت ٢٥ و ٢٦ و ٢٧ و ٣٠

اور ان لوگوں سے ان دو شخصوں کی مثال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ دے رکھے تھے ×××××× دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے ×× ×××× وہ باغ میں ایسی حالت میں داخل ہوا کہ اپنے نفس پر آپ ہی ظلم کر رہا تھا ×××××× اور جب تو اپنے باغ میں آیا تو تو نے (یوں) کیوں نہ کہا کہ یہ (سب) تو خدا کے چاہنے سے ہوا ہے اور مجھ میں تو) بے مدد خدا کچھ بھی طاقت نہیں ×××× تو عجب نہیں میرا پروردگار تیرے باغ سے (بھی) بہتر باغ مجھکو عطا فرمائے۔

سورہ سبا میں ہے:-

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ
جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ××××
وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ
أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ
قَلِيلٍ۔ (سورہ ٣٤۔ رکوع ٢ آیت ١٣ و ١٣)

قوم سبا کے لئے ان کے داہنے ہی گھروں میں (قدرت خدا کی) البتہ ایک (بڑی) نشانی (موجود) تھی۔ داہنے ہات اور بائیں ہات دو دو باغ تھے ××××× اور ہمنے ان کے دو باغوں کے بدلے میں دو باغ (تو) دے مگر ایسے کہ ان کے پھل بدمزہ تھے اور ان میں کچھ جھاؤ تھا اور قدر قلیل بیری۔

باغ بہشت کے حق ہونے میں کلام نہیں جس کا وعدہ موت کے بعد ہی یہاں کہنے کی بات صرف اتنی ہی ہے کہ ان آیتوں میں جنت سے مراد باغ دنیا ہے۔ اور اگر

اسی ضمن میں وہ آیتیں بھی شامل کرلی جائیں جن میں حضرت آدم وحوا (علیہما السلام) کے جنت میں داخل ہونے اور نکلنے کا تذکرہ ہے تو نظیروں کا شمار نہایت وسیع ہوجاتا ہے اس لئے کہ بعض نامور محققین نے حضرت آدم کی جنت کو بھی باغ دنیا قرار دیا ہے۔ اس معنے کے تسلیم کرنے پر خدا کے مطیع بندوں (مسلمانوں) کو آیت مذکورۂ بالا میں جس جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ ایماندار و نیک کردار ہونے کی شرط پر دنیا میں بھی انھیں مل سکتی ہے اور اگر چاہیں تو پکے مسلمان بن کر اسی دنیا میں اپنے آپ کو بہشت کا مستحق بنا سکتے ہیں جس کے بعد بشرط ایمان وعمل صالح اس بہشت موعود (جنت آخرت) کے ملنے میں کیا کلام ہے ؎

من کہ در کعبۂ حق منزل و ماوی دارم ۔۔۔ گر دہد جا بفردوس بریں ہم چہ شود

لیکن جہاں "آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا" کی دشواریاں درپیش ہوں وہاں کیا یہ ممکن ہے کہ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ (اے ایمان والو اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ) کا خطاب دائرۂ عمل میں آجائیگا اور مسلمان بھی کسی دن مسلمان بن جائیں گے ؎۔

خواہم از زلف بتاں نافہ کشائی کردن ۔۔۔ فکر دور است ہما نا کہ خطا می بینیم (باقی)

دفتر سے مراسلت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھئے

القاء۔ الہام۔ وحی

از

جناب ذوقی شاہ صاحب

ہر وہ چیز جو بطریق استدلال حاصل نہ کی گئی ہو بلکہ قلب سالک پر حق تعالیٰ کی جانب سے یقین کامل کے ساتھ وارد ہوئی ہو القاء ہے یا الہام ہے یا وحی ہے۔

ابتداءً سالک کے قلب پر خطرات رحمانی وارد ہوتے ہیں۔ انتہا میں جا کر حق تعالیٰ سے مکالمت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ابتدائی حالت کو القاء اور انتہائی حالت کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔ وحی چونکہ القاء و الہام کی انتہائی اور کامل ترین صورت کا نام ہے اس لئے اس لفظ کا استعمال کبھی کبھی القاء و الہام کے معنوں میں بھی ہوتا ہے بلکہ دل میں وسوسہ ڈالنے کے معنی میں بھی استعمال کر دیا جاتا ہے۔ وسوسہ ڈالنے والا خواہ کوئی بھی ہو۔ مثلاً حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ (۶ : ۱۲)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیاطین پیدا کئے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعض بعض کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

لیکن اس مضمون میں وساوس شیطانی سے بحث نہیں بلکہ اس القاء و الہام اور ان خطرات رحمانی سے بحث ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں پر وارد ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ کو الہام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی ہے۔ الہام

حق تعالیٰ کی جانب سے بندہ پر بلا کسی فرشتہ کی وساطت کے اس جہت سے فائز ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کو ہر موجود کے ساتھ ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (اور ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے کہ وہ منہ پھیرتا ہے اس کی طرف (۲: ۱۴۸) سے اسی جہت کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وحی فرشتہ کے واسطے سے ہوتی ہے۔ اسی بنا پر حدیث قدسی کو وحی و قرآن نہیں کہتے۔ وحی کشف شہودی ومعنوی دونوں ہے۔ الہام صرف کشف معنوی ہے۔ وحی مخصوص بہ نبوت ہے ظاہر سے متعلق ہے اور تبلیغ کے ساتھ مشروط ہے۔ الہام ولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور تبلیغ کے ساتھ مشروط نہیں

یہ اجمال کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے جو حسب ذیل ہے:-

حق تعالیٰ کا تعلق کائنات کیساتھ اس نوع کا نہیں جس نوع کا تعلق کہ ایک گھڑی ساز یا گھڑی رکھنے والے کا گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے۔ گھڑی ساز گھڑی کے کل پرزوں کو بناتا ہے درست کرتا ہے اور انہیں ترتیب دیکر گھڑی کو چلا دیتا ہے یا گھڑی رکھنے والا رات دن میں ایک بار گھڑی کو کوک دیتا ہے اور چوبیس گھنٹے کے لئے اس سے فراغت پا لیتا ہے۔ گھڑی خود بخود چلتی رہتی ہے اور دوسرے دن تک اپنی رفتار قائم رکھنے کے لئے اپنے مالک کے چابی دینے یا گھڑی ساز کی نگرانی کی محتاج نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ کو کائنات کے ساتھ اس قسم کا تعلق نہیں بلکہ کائنات اپنے ابداع اور اپنی تخلیق کے بعد بھی اپنے قیام کے لئے ہر لمحہ اور ہر ساعت حق تعالیٰ کی توجہ کی محتاج رہتی ہے ایک لمحہ کے لئے نظر حق اس کی جانب سے ہٹ جائے تو ساری کائنات نیست و نابود ہو جائے۔ حق تعالیٰ ہر وقت کائنات کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ اس متوجہ رہنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ اپنی ذات و صفات سے کائنات پر متوجہ رہتا ہے صفات میں ایک بہت بڑی صفت کلام بھی ہے جس سے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کی جانب ہر وقت متوجہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی وقت بھی معطل نہیں رہتی۔ وہ اپنی مخلوق کے ہر فرد سے اس فرد کی استعداد کے مطابق ہمکلام ہوتا رہتا ہے

کسی کو براہ راست ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے جیسے کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسیٰ تَکْلِیْمًا یعنے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب گفتگو کی کسی سے وحی کے ذریعہ کلام فرماتا ہے۔ کسی سے ہمکلامی کی یہ شان ظاہر فرماتا ہے کہ فرشتے کے ذریعہ اس کے دل میں جو چاہتا ہے القار فرماتا ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں القار فرمایا تھا۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں القار فرمایا تھا۔ کسی سے مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ یعنے پردہ کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے کسی کے دل میں براہ راست یعنے بلاوساطت فرشتہ جو چاہتا ہے القار فرماتا ہے جیسے شہد کی مکھی کو القار ہوتا ہے اور اس القار کو بھی وحی سے تعبیر فرمایا جاتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (اور وحی فرمائی تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف) کسی سے بذریعہ خواب ورویائے صالحہ باتیں ہوتی ہیں غرض کہ ہمکلامی کی جتنی شانیں اور جتنے ذرائع ہیں خواہ وہ القار کے نام سے موسوم ہوں خواہ الہام کے نام سے خواہ کسی اور نام سے وہ سب حقیقت وحی ہی کی مختلف اقسام یا مختلف فروع ہیں۔ صرف قوت اور کمزوری یا کشف وحجاب کے اختلافات سے مختلف اسمار سے وہ مختلف فروع موسوم ہیں۔ اور سب سے زیادہ واضح طریقہ ہمکلامی کا وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس وحی اصطلاحی کی صحیح تعریف حسب ذیل ہوگی۔

"وحی کلام الٰہی ہے جو عالم غیب سے عالم شہادت کی جانب بذریعہ ایک مقرب فرشتہ کے جنھیں جبرئیل (علیہ السلام) کہتے ہیں رسولوں کے پاس پہونچایا جاتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا	اور نہیں طاقت کسی بشر میں یہ کہ کلام کرے (بالمشافہ)
وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ	اس سے اللہ مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے
فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاءُ ۭ اِنَّهٗ	یا کسی (فرشتہ) کو پیغامبر بنا کر بھیجے پس وہ اس کے حکم

عَلِیٌّ حَکِیْمٌ ○ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

الشوریٰ رکوع ۵

سے وہ چاہتا ہے جی میں ڈال دیوے تحقیق وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف آپکے (اے محمدؐ) روح کو ساتھ حکم اپنے کے نہ جانتے تھے آپ کہ کیا ہی کتاب اور نہ ایمان ولیکن کیا ہے ہم نے اس کو نور۔ ہدایت کرتے ہیں ہم ساتھ اس کے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے۔ اور تحقیق آپ البتہ ہدایت کرتے ہیں۔ طرف سیدھی راہ کے۔

بلحاظ ضعف و قوت اور بلحاظ زیادہ واضح اور کم واضح ہونے کے وحی کے تین مراتب ہیں

پہلا مرتبہ سب سے زیادہ قوی اور اکمل ہے اس مرتبہ میں علوم غیب اللہ کی طرف سے رسول کی عقل پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول کے نفس میں ان علوم کو اس طرح منقش کیا جاتا ہے کہ رسول انھیں اپنے دل میں یاد رکھ سکے اور دوسروں کے سامنے بیان بھی کر سکے۔

اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ کلام کرے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خوب گفتگو کی) اور ہمارے حضور کے متعلق فرماتا ہے فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی (اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی کرنی تھی وہ کر دی) اسے وحی صریح کہتے ہیں۔

وحی کے پہلے مرتبہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کلمات مقررہ اور عبارات معینہ کے ساتھ نازل ہوں اور حروف و صوت رسول کے کانوں تک پہنچا دیں اور معانی انکے قلب میں القا کریں۔

یہ دونوں صورتیں انبیاء کے لئے مخصوص ہیں۔

دوسرا مرتبہ جو پہلے مرتبہ کے مقابلہ میں کمزور اور کمتر درجہ کا ہے یہ ہے کہ کلام الٰہی اس نفس تک پہنچ جائے جو اس کلام کے قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالدی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاکر صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈالدیں۔ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓی ۝ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (جس وقت کہ وحی ڈالی ہمنے طرف ماں تیری کے وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے اب یہ کہ ڈالدے اس کو بیچ صندوق کے پس ڈالدے اس کو بیچ دریا کے (طٰہٰ ع ۲) اس وحی خفی اور تعلیم سری کے القار نے ان کی والدہ کے نفس کو خواب جہالت سے بیدار کردیا اور ان کا دل اپنے بیٹے کے متعلق تردد اور دشمنوں کے خوف سے مامون ہوگیا اسی نوع کی وحی عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو بھی ہوئی تھی جبکہ درخت کے نیچے سے ان کو آواز آئی کہ غمگین مت ہو۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا (پس پکارا اس کو (یعنی مریم کو) اس (درخت) کے نیچے سے کہ غم مت کھا تحقیق تیرے پروردگار نے تیرے نیچے چشمہ کردیا ہے۔ (مریم ع ۲)

یقینی امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پیغمبر نہ تھیں اس سے معلوم ہوا کہ وحی کا یہ مرتبہ جسے القار اور الہام کہتے ہیں حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے بھی رکھا ہے جو نبی یا رسول نہیں خضر علیہ السلام کو علم لدنی کی تعلیم ہوئی جن کی بابت حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (اور ہم نے ان کو اپنے خاص علم میں سے تعلیم کیا (الکہف ع ۹) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:- اِنَّ لِلّٰهِ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ عِبَادٌ مُحَدَّثُوْنَ وَاَشَارَ اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِهٖ یعنی بیشک ہر امت کے اندر اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے پھر آپ نے اپنے بعض اصحاب کی جانب اشارہ فرمایا بعض

روایات کی رو سے حضرت عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔

تیسرا مرتبہ وحی کا جو دوسرے مرتبہ سے بھی ضعیف تر ہے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نفوس کو ان کاموں کی تعلیم فرماتا ہے جو ان نفوس کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور وہ نفوس اس وحی کے سبب ان صنایع و بدایع کا استخراج کرتے ہیں جو ان کی قوت اور استعداد کے اندر ہیں۔ جیسے مکڑی کا جالا بُننا۔ ریشم کے کیڑے کا ریشم تیار کرنا شہد کی مکھی کا چھتہ بنانا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا۔ (وحی کی تیرے رب نے طرف شہد کی مکھی کے کہ پہاڑوں میں اپنا گھر بنا (النحل۔ ع) مکھی پر کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا اور نہ اللہ تعالیٰ نے حروف و صوت سے اسے خطاب فرمایا۔ بلکہ اس میں ایک بات کی استعداد پیدا کر کے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنی استعداد کو جنبش میں لائے اور اپنا کام کرے۔

نفوس ناطقہ جب ایک حد تک کمالاتِ معنوی حاصل کر لیتے ہیں، طبیعت کی کدورتوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ خواہشات کی قیود سے آزاد اور بشریت کے مقتضیات سے برتر ہو جاتے ہیں۔ تو فطرتًا ان کی توجہ عالم سفلی سے ہٹ کر عالم علوی کی جانب مائل ہوتی ہے خصائل ملکوتی کا ان پر غلبہ اور علوم آسمانی کی تحصیل کا شوق انہیں دامنگیر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ملائکہ کی ہمنشینی کا انہیں شرف حاصل ہوتا ہے اور اس ہمنشینی سے وہ راحت پاتے ہیں۔ ان ہی ملائکہ کے واسطہ سے خوش قسمت نفوس کو کلام الٰہی سننے کی دولت نصیب ہوتی ہے اور صحبت ملائکہ کے اثرات سے متاثر ہو کر وحی کی مختلف شاخوں اور عالم قدس کے مختلف پھول پتوں اور علوم غیب کے مختلف پھلوں سے وہ شکم سیر ہوتے ہیں۔

علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری طریقہ تو وہی معمولی طالب علم کا طریقہ ہے جو بہت عام ہے۔ اور باطنی طریقہ مراقبہ اور تفکر کا ہے۔ مراقبہ اسے کہتے ہیں

کہ دل کو دوسرے خیالات سے ہٹا کر ایک ہی خیال پر جما دیا جائے۔ اور اسی خیال کے اندر فکر میں منہمک ہو جائے۔ اور تفکر یہ ہے کہ نفس ان علوم کو جو کہ اپنے سے مخفی ہیں۔ مدت اور حیلہ اور آلہ کے ساتھ تلاش کرے۔ ایک تیسری چیز اور ہے۔ جسے حدس کہتے ہیں تفکر اور حدس میں یہ فرق ہے کہ تفکر میں تو غور و خوض سے اور طبیعت پر زور ڈالکر کوئی بات معلوم کیجاتی ہے لیکن حدس میں بغیر سوچے سمجھے اور بلا غور و خوض اور بغیر آلہ یا حیلہ کے دفعۃً ایک بات قلب میں القاء ہو جاتی ہے۔ صاحب حدس یک بیک غیب کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور یکبارگی علم مطلوبہ اس پر منکشف ہونے لگتا ہے بغیر اس کے کہ عرصہ گذرے اور بغیر اس کے کہ وہ ریاضت میں مشغول ہو۔ حدس بمقابلہ فکر کے نفوس کاملہ سے اقرب ہے حدس سے فراست پیدا ہوتی ہے۔ اور فکر سے کیاست۔ کیاست اس زیرکی و دانائی کو کہتے ہیں جس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اور فراست اللہ کا اک نور ہے جس سے مومن دیکھتا ہے اور فائدہ اٹھاتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ کا ارشاد ہے کہ "تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ یہی فراست ہے جو حدس سے پیدا ہوتی ہے۔ حدس ہی الہام کا زینہ ہے۔ اور نبوت زینہ ہے وحی کا۔

جب نفس انسانی حدس کی قوت سے عالم بالا کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور علوم غیبیہ کے انوار اس پر چمکنا شروع ہوتے ہیں۔ تو ان علوم کا اظہار اس پر رمز کے حجاب اور اخفا و ابہام کے پردوں کی آڑ میں ہوتا ہے پھر اگر نفس میں اتنی قوت نہیں کہ حالت بیداری میں اس ظہور کا متحمل ہو سکے تو یہ جلوے اسے خواب میں دکھلائے جاتے ہیں۔ اور غیب کے اسرار عالم رویا کی صورتوں اور شکلوں اور مثالوں میں متمثل کر کے اس پر منکشف کئے جاتے ہیں۔

عالم رویا کے ذریعہ انکشاف حاصل کرنے کا مرتبہ الہام سے بھی کمتر ہے الہام کا

مرتبہ فرشتہ کے نازل ہونے سے جسے وحی کہتے ہیں۔ اور وحی کا مرتبہ صریح مکالمہ سے جسے وحی صریح کہتے ہیں بکثرت ہے۔ اسرار غیب کے ظہور کی انتہائی شان صریح مکالمہ کی شکل میں اولوالعزم رسولوں کے لئے مختص ہے۔ وحی انبیاء میں سے رسولوں کے لئے مختص ہے۔ وحی فی المنام یعنی خواب میں وحی ہونا محض انبیاء کے لئے ہے۔ الہام کی دولت سے اولیاء اللہ نوازے جاتے ہیں۔ ان اولیاء اللہ کے نفوس ظاہرہ جب اپنے عنصری قالبوں کی قید سے رہائی پاکر آسمانِ مکاشفہ کی بلندیوں تک پرواز فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے ان کے مقام معاد میں خطاب صریح کے ساتھ کلام فرماتا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:- مَامِن عبدٍ الا وسیکلمہ ربہ لیس بین العبد والرب ترجمان ولا واسطۃ (متفق علیہ) یعنی ہر ایک مومن بندے سے خداوند تعالیٰ کلام فرماویگا۔ اور اس وقت خدا اور مومن بندے کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا نہ کوئی واسطہ۔

القاء اور الہام میں کسب کو کسی قدر دخل ہے۔ مگر وحی میں کسب کو مطلق دخل نہیں ریاضت اور مجاہدہ سے یہ دولت ہاتھ نہیں آتی جس طرح نبوت محنت و مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ وحی بھی کوشش انسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ الہام کے ذریعہ صرف معانی کا انکشاف ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعہ معانی کا بھی انکشاف ہوتا ہے اور کشف تنزلات کا بھی اور نزول روح القدس یعنی جبرئیل کا بھی۔ روح القدس اور جبرئیل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جبرئیل میں لطافت کا جب غلبہ ہوتا ہے تو وہ روح القدس ہو جاتے ہیں اور جب ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ مکشوف ہو سکیں تو وہ جبرئیل ہو جاتے ہیں۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو روح القدس یا روح الامین معانی کو رسول کے قلب میں منقش کرتے ہیں۔ اور الفاظ و عبارت کو جبرئیل رسول کے کان میں القاء کرتے ہیں۔ پھر مسموع اور معقول کان اور دل کی راہ سے ذات رسول

یں مجتمع ہو جاتے ہیں اور رسول کی زبان و توجہ ان دونوں کے فیضان میں مصروف ہو جاتی ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِين (الشعراء ۱۱) "روح الامین نے (یعنی جبرئیل نے اپنی شان لطافت سے) اس کو تمہارے قلب پر نازل کیا ہے تاکہ تم عذاب الٰہی سے ڈرانے والوں میں سے ہو اور اس کو عربی زبان میں جو سب زبانوں میں روشن اور بین ہے نازل کیا ہے۔

انبیا وحی کی قوت سے ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جن چیزوں کو اولیاء اللہ الہام کی قوت سے نہیں دیکھ سکتے انبیاء کلمات وحی کو اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ معانی کو دل میں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ الہام میں سوائے انکشافِ معنی مجردہ مخفیہ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

قرآن مجید اور جرمنی

ترجمہ تقریر بیرن عمر رالف ایہرن فلس

آسٹریا کے نومسلم امیر عمر رالف ایہرن فلس حال ہی میں ہندوستان تشریف لا چکے ہیں! اس سیاحت کے دوران میں چند روز ان کا قیام حیدرآباد میں بھی رہا۔ یہاں انہوں نے مجلس تحریک قرآنی کی استدعا پر ایک تقریر عنوان مندرجہ بالا پر کی تھی جسے عموماً پسند کیا گیا مولوی سید شریف الحسن صاحب بی۔ اے نے اس کا ترجمہ ہمارے پاس بھیجا ہے اور اس کے ساتھ جناب ذوقی شاہ صاحب کے حواشی بھی ہیں جن میں انہوں نے بیرن عمر کے بعض خیالات کی اصلاح فرمائی ہے۔ ذیل میں وہ تقریر معہ حواشی درج کیجاتی ہے)۔

جرمنی اپنی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہے یہی نہیں بلکہ وہ اپنی زندگی میں ایک نئی روح پھونکنے والا ہے۔ موجودہ سیاسی اور ذہنی حالات سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں جرمنی کو جو مصیبتیں اور تمدنی شکستیں اٹھانی پڑیں ان سے جرمنی کی قوتوں کو بالکل نقصان نہ پہنچ سکا فنا کرنا تو درکنار یہ مشکلات ان قوتوں کو کمزور تک نہ کر سکیں۔

جرمنی میں سرعت کے ساتھ جو تغیرات واقع ہو رہے ہیں ان سے ایک اجنبی شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جرمن قوم کی اخلاقی اور قومی قوتیں بالکل زائل ہو چکی ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اس قوم کی ذہنیت زندگی کی نئی حالتوں اور نئے نئے نصب العین تلاش کرنے میں

بہت مضبوط ہے دیانت دار اور اخلاص پسند واقع ہوئی ہے کیونکہ زندگی کے پرانے اصول اور نصب العین ایک ایسی یورپین قوم کو ہرگز مطمئن نہیں کر سکتے جو حقیقتہً متمدن ہے اور ہمیشہ نئے اصولوں کی تلاش میں منہمک رہتی ہے۔ (۱)

آج کل جرمنی میں دو جماعتیں ہیں جو ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ ان میں سے ایک تو بالکل بین الاقوامی خیال کی ہے اور وہ اس خیال کی بھی تائید کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ فوجی قوت سے اپنی حفاظت کی جائے دوسری جماعت خالص قومیت کی حامی ہے اور وہ فوجی قوت اور جنگ کی مخالف نہیں ہے اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد یہ دونوں فریق اپنے اپنے خیالات میں ترمیم کر لیں گے لیکن ان دونوں میں سے کسی میں بھی روحانیت نہیں ہے کہ اس کی روشنی میں وہ انسان کے ذاتی اور ذہنی نصب العین متعین کر سکیں۔ ہاں البتہ چند اصول ایسے ہیں جو پوری قوم کی بھلائی یا متفرق جماعتوں کی بہبود میں ممد و معاون ہوتے ہیں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انفرادی اور قومی قوتوں کا ارتقا کسی نہ کسی نئے نصب العین یا مدار حیات کی بنا پر ہوا ہے اس لئے یہ امر غالب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید جیسی لبریز ہدایت کتاب جس میں سوشل مشکلات کے حل کے ساتھ ساتھ انفرادی، قومی اور بین الاقوامی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات بھی موجود ہیں جرمنی کے لئے موجودہ حالت میں بے نظیر مددگار ثابت ہوگی۔ میرا یہ خیال بالکل قرین قیاس معلوم ہوگا اگر ہم اس واقعہ پر غور کریں کہ مسلمانوں کا موجودہ زوال قرآنی تعلیمات سے بے خبری کی وجہ سے ہے نہ کہ قرآنی تعلیمات کی وجہ سے جیسا کہ کسی زمانہ میں باور کیا جاتا تھا اپنے اس خیال کی تائید میں میں حیدرآباد کی مثال پیش کرتا ہوں جہاں ۹۵ فیصدی ہندو آبادی اور ایک بہت ہی مختصر سی مسلمان آبادی کے درمیان پورا پورا اتحاد اور رواداری کا تعلق قائم ہے یہاں قرآن شریف کے دو بنیادی قواعد پر عمل ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ ملک

اس قدر خوش و خرم ہے سب سے پہلے تعلیم و تعلم کا چرچا ہے جس میں اس ملک کی قوتیں پوشیدہ ہیں
مجھے سر اکبر حیدری کے اس لیکچر کو جو انہوں نے جامعہ عثمانیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر دیا تھا
سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ قرآن کی ہدایات کے مطابق تعلیم و تعلم میں منہمک رہنے کا جذبہ تھا جس نے
اس خوبصورت جامعہ کے قیام میں رہنمائی کی صرف یہی نہیں بلکہ میں نے اس مشہور سیاسی مدبر سے
گفتگو کر کے یہ محسوس کیا ہے کہ قرآن کے اصول رواداری پر عمل پیرا ہونے اور پیغمبر صلعم کی تعلیم کی
خوبیوں کو سمجھنے کا شوق اس ملک کے لوگوں پر اسقدر غالب ہے کہ وہ سب سے پہلے بنی نوع انسان
کی فلاح اور ریاست کی بہبود مدنظر رکھتے ہیں۔ اور اس کے بعد اپنی اپنی قوم کی بھلائی دیکھتے ہیں
میں نے اعلیحضرت نظام دکن سے شرف ملاقات حاصل کیا وہ اسلامی سادگی اور لینت
اخلاق کی تصویر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی ملاقات سے میرے اوپر ایک ایسا اثر ہوا جو کبھی نہ
مٹے گا میں اعلیحضرت کے سب سے بڑے صاحبزادے سے بھی ملا جو ولیعہد ہیں اور صدر اعظم سے بھی
ملاقات کی جو ایک سچے ہندو کی طرح اسی اخلاص و انہماک سے تمام ملک کی خدمت کرتے ہیں
ان سب سے ملکر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میرا مذکورہ بالا خیال بالکل صحیح ہے۔

آج ممالک اسلامیہ محض اس بنا پر مبتلائے ادبار ہیں۔ کہ ان میں تعلیم کی کمی ہے جہاں
جہاں اور جن جن ممالک میں قرآن کے ان دو بنیادی قواعد تعلیم اور رواداری پر صحیح معنی میں
عمل ہو رہا ہے۔ وہ ممالک ترقی کر رہے ہیں پس میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جرمنی کا جوش
تجسس ان خزائن حکمت کو نظر انداز نہیں کرے گا جنسے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔

لیکن مشرقیوں نے ابتک قرآن کو جس طور سے سمجھا ہے جرمنی اس سے بالکل مختلف طور پر
فیضیاب ہوگا۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جرمنی میں قرآن مجید کا رسمًا کوئی احترام نہیں ہے

بلکہ اس کی حیثیت بالکل تاریخی ہے اور وہ علم الالسنہ میں مدد دینے والی ایک کتاب سمجھی جاتی ہے قطع نظر اس کے اگر ہم اس کی مذہبی حیثیت معلوم کرنا چاہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ اگر کوئی انقلابی کتاب نہیں سمجھی جاتی تو ایک بالکل نرالی کتاب ضرور سمجھی جاتی ہے صرف یہی واقعہ اس امر پر کافی روشنی ڈالتا ہے کہ وہ لوگ جو جرمنی میں قرآن کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان کے خیالات قرآن کے متعلق کس قدر غیر رسمی اور غیر قدامت پسند ہیں۔ ہم یہ بات فراموش نہیں کر سکتے کہ مشرقی اور مغربی طرز تخیل طریق تجسس اور اصول حیات میں بین فرق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب ہماری مقدس کتاب پر ایک مغربی نگاہ پڑیگی تو قرآن کے نئے معانی اور اسکو سمجھنے کے نئے اصول پیدا ہو جائینگے اور میرے خیال میں یہ کسی صورت سے مضر نہ ہوگا بلکہ خداوند کریم کی طرف سے ایک رحمت ہوگی۔ کیونکہ قرآن مقدس ہمکو بتاتا ہے۔ یہ بات انسانی سرشت میں داخل ہے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو اور پھر خود ہی تحریف کر کے ان حیرت انگیز حقائق کا غلط استعمال کرے جو خدا نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے انسان تک پہونچائے ہیں اس لئے انسان کو اس امر کی ضرورت رہتی ہے کہ اس کی زندگی میں تازہ روح پھونکی جاتی رہے اور ازلی صداقتوں کے لئے تجددی جستجو جاری رکھی جائے

زمانہ کے ساتھ انسان کی ذہنی اور جسمانی حالت بدلتی رہتی ہے قدیم عربی ایرانی ترکی اور ہندوستانی روایات اپنے زمانہ کے لحاظ سے حقائق ازلی کی بہترین تفسیریں تھیں لیکن جس طرح سمندر کو انسان کے بنائے ہوئے ایک کوزے میں بھر دینا غیر ممکن ہے اسی طرح قرآن کے حقائق و معارف اور ان خوبیوں کو جو قرآن میں پوشیدہ ہیں۔ ایک ہی انسانی ارتقائی دور میں سمجھ لینا بھی ناممکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے رہنے سہنے اور سوچنے کے طریقوں کو زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتا رہے۔

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ جرمنی کے قابل اور مذہبی آدمی قرآن کو جس طرح سمجھیں گے وہ

ن تمام اصول و مبانی سے مختلف ہوگا ۔ جن پر اسلامی روایات قائم ہوئی تھیں ۔ پھر بھی اسلامی
تہذیب کے قدیم مشہور رہنماؤں اور موجودہ یوروپ کی نوخیز اسلامی تہذیب کے سربرآوردہ
ارکان کے درمیان ایک قریبی رشتہ قائم رہے گا یہ بالکل فطری امر ہے کیونکہ یوروپ کو اسلامی
تعلیم دینے کا بیڑا اسلامی دنیا کے سب سے زیادہ قدامت پسند حصہ یعنی ہندوستان نے اٹھایا
ہے اس لئے میں یقین کرتا ہوں کہ آجکل جرمنی اور دوسرے ممالک مغربی کے روحانی اور
دماغی قابلیت رکھنے والے جو حضرات قرآن شریف کے مطالعہ میں منہمک ہیں ان کی کوششوں
کا نہایت ہی دلپذیر نتیجہ یہ ہوگا کہ از سر نو قرآنی تعلیم کا صحیح مفہوم دنیا کے سامنے پیش کیا
جا سکے گا ۔ (۲) باقی

مجلہ مکتبہ

یہ دارالاشاعت مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی (محدود) حیدرآباد دکن کا علمی ادبی مصور ماہوار رسالہ ہے جس کا شمار دنیائے اردو کے
چیدہ ... رسالوں میں ہے تاہم جو کئی سال سے مولوی عبدالقادر سروری صاحب ایم اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی کی ادارت میں حسب ذیل خصوصیات کے ساتھ
نہایت پابندی ... سے شائع ہو رہا ہے ۔ (۱) اس میں اکثر عمدہ طبع زاد افسانے یا ہندی عربی انگریزی فرانسیسی اور روسی افسانوں کے ترجمے ہوتے ہیں
(۲) اس میں تاریخ سائنس فلسفہ ... معاشیات پر بھی مفید علمی مقالے شائع ہوتے ہیں (۳) اس میں عام ادبی اور تحقیقی مضامین کے علاوہ دکن کے قدیم شعراء
اور ... قدیم کی نسبت ... عالمانہ مضامین ہوتے ہیں ۔ (۴) مشاہیر ادبا شعرا اور اہل علم و فضل کی تصویریں ہر نمبر میں شائع ہوتے ہیں ۔
(۵) اس میں اردو کی کتابوں پر تبصرے اور جدید مطبوعات کی اطلاعیں بالالتزام شائع ہوتی ہیں قیمت سالانہ چار روپے ششماہی دو روپیہ
چار آنہ (عہ) فی پرچہ ۶

منتظم مجلہ مکتبہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

بیرن عمر کی تقریر پر خیالات

از

جناب ذوقی شاہ صاحب

(۱)

پرانی چیزوں سے بلاوجہ بیزاری اور نئی چیزوں کے اشتیاق میں بلا ضرورت بےچینی طفلان ناعاقبت اندیش کا خاصہ ہے جس قوم کو تمدن و ترقی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت اور عقل و فراست کا دعویٰ ہو اسے اس طفلانہ ذوق سے دور رہنا چاہئے اصل چیز تلاش حق ہے اس تلاش میں جدت و قدامت کے امتیاز کو کوئی دخل نہیں قدامت سے نفرت اور جدت سے رغبت یا اس کے برعکس کا تلاش حق پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہئے علاوہ بریں انسانی نصب العین میں تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں۔ وہ نصب العین جو ماضی میں کچھ اور تھا حال میں کچھ اور ہے اور مستقبل میں کچھ اور ہو جائیگا، سچا انسانی نصب العین نہیں ہو سکتا محدود جماعتوں کا نصب العین حالات مقیدہ میں عارضی اور وقتی ہونا اور حالات کے بدل جانے پر اس کا متغیر ہو جانا اور بات ہے مگر جملہ بنی نوع انسان کے لئے سچا حقیقی اور مستقل نصب العین کسی تغیر کو قبول نہیں کرتا۔ یورپ اگر اپنا نصب العین بدلنے کا مشتاق رہتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یورپ کو ابھی تک صحیح نصب العین نصیب ہی نہیں ہوا۔ اور بہ حالات موجودہ اسے ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ اس تلاش میں جن علوم کو بیشتر دخل ہے ان سے یورپ بڑی حد تک ناآشنا ہے۔ قوانین قدرت کے متعلق جزوی و فروعی معلومات کے حصول میں محققین یورپ

نے جو سعی بلیغ کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور کوئی عقلمند اور منصف مزاج شخص اس حیرت انگیز ترقی سے انکار نہیں کر سکتا جو سائنس کے میدان مغرب کو اس وقت تک حاصل ہوئی ہے۔ مگر باوجود ان جملہ ترقیات کے امور نامعلوم کی بابت ان ممالک میں جو تاریکی چھائی ہوئی ہے وہ اتنی وسیع ہے کہ موجودہ علمی فتوحات کو اس جہل سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ جہل کی اس شب تاریک میں سائنٹیفک کامیابیوں کے جو جگنوں چمک رہے ہیں' وہ باوجود اپنی چمک کے اس تاریکی کو دور نہ کر سکے۔ اہل یورپ کو خود اعتراف ہے کہ ان کے علوم ابھی ناقص ہیں ترقی کی گنجایش بہت کچھ باقی ہے۔ قدم قدم پر جدید انکشافات قبل کے مسلمات اور نظریوں کو درہم و برہم کر دیا کرتے ہیں۔ مگر یہ انکشافات ختم نہیں ہوتے کسی منزل پر آکر رکتے نہیں ہمکو یہ کہنے کا موقع نہیں دیتے کہ معلومات کے انتہائی نقطہ پر ہم پہنچ گئے۔ ہماری موجودہ تحقیقات پر ہم کو یہ اعتماد نہیں ہونے دیتے کہ کل یہ تحقیقات غلط ثابت نہ ہو سکے گی۔ علم کی پیمائش آسان ہے۔ مگر جہل کی پیمائش نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یورپ کے علم کو اس کے جہل سے کیا مناسبت ہے۔ یہ سب کچھ صرف ان علوم کی بابت ہے جو مادیات و مشاہدات و تجربات سے متعلق ہیں۔ روحانیات اور امور فوق المادۃ و مابعد الطبیعات میں یورپ کی موجودہ معلومات کو ہم بلاخوف تردید بمنزلہ صفر کے قرار دے سکتے ہیں جبکہ کائنات کے متعلق جو کہ انسان کی جولانگاہ ہے اور انسان کے متعلق جو کہ اس زمین پر حق تعالیٰ کا خلیفہ ہے یورپ کا علم اس قدر کم اور جہل اس قدر زیادہ ہے تو مستقبل انسانی نصب العین کے متعلق یورپ کیونکر کوئی فیصلہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ حقائق اشیاء اور حقائق انسانی کے کما حقہٗ انکشاف سے قبل کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بے بضاعتی اور کوتاہ علمی کے باوجود محض اپنے نت نئے خیالات خام کی بنا پر انسان جیسی اہم ہستی کے لئے

اپنی طرف سے کوئی نصب العین قرار دیدے اور اپنے تلون کے تحت میں آئے دن اسے بدلتا رہے۔

قطع نظر امور مندرجۂ بالا کے انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے خلیفہ خود مختار نہیں ہوتا بلکہ جس نے خلافت عطا فرمائی ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے وہ اپنے لئے کسی دستور العمل کے قرار دینے یا نصب العین کے متعین کرنے کا کیونکر مجاز ہوسکتا ہے؟ اس کے لئے نصب العین تو وہی مقرر کرسکتا ہے جو اس کا خالق اس کا مالک، اس کا رب اس کا ہادی ہے جس نے اس کو اپنا خلیفہ بنایا اور حق خلافت ادا کرنے کی اسے استعداد بخشی انسان کا فرض ہے کہ کلام الٰہی سے دریافت کرے کہ حق تعالیٰ نے انسان کے لئے کیا نصب العین مقرر فرمایا ہے۔ پھر اس کا فرض ہے کہ احکام الٰہی کے مطابق اپنی زندگی اپنے خیالات اپنی اُمنگوں اور اپنی روش کو ڈھالے نہ یہ کہ اپنی دھندلی روشنی سے ہدایت الٰہی کے انوار کو دھندلا کرنے کی کوشش ناکام میں مصروف رہے قرآن "نعوذ باللہ" بازیچۂ اطفال نہیں کہ یورپ اپنی طفلانہ جدت پسندی کے شوق میں آئے دن نئے نئے نصب العین قرار دے اور تغیر پسندی کے ذوق میں مطالب قرآنی کو حسب دلخواہ الٹتا پلٹتا رہے۔ غلام کا یہ کام نہیں کہ اپنے لئے خود خدمت تجویز کرلے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اپنے آقا کے اشارہ پر چلے۔

(۲)

قرآن کلام الٰہی ہے کلام مجموعہ ہوتا ہے الفاظ و معانی کا اگرچہ قرآن میں الفاظ و معانی کے ماورا، کچھ اور بھی ہے مگر اس موقعہ پر ہمیں صرف الفاظ و معانی ہی سے بحث ہے وحی کے ذریعہ جس طرح الفاظ قرآنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اسی طرح ان الفاظ کے صحیح معنی بھی حضور سرورکائنات کے قلب پر وارد ہوئے (مزید تفصیل کے لئے

ملاحظہ فرمائے مضمون "القار۔ الہام۔ وحی جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ شایع ہو رہا ہے) اون معانی سے ہٹ کر الفاظ قرآنی کی کوئی جدید تفسیر (خواہ وہ تفسیر مشرقیوں نے کی ہو یا مغربیوں نے، علماء مصر و شام نے کی ہو یا محققین جرمنی نے) کلام الٰہی کی صحیح تفسیر نہ ہوگی بلکہ ان لوگوں کی اپنی دماغی و ذہنی کیفیات کی تفسیر ہوگی قرآن کو صحیح معنی سے ہٹا دینے کی کوشش تحریف کی کوشش ہے جس میں کسی کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اس میں شک نہیں کہ ابتدائے کائنات سے لیکر اس وقت تک انسانی دماغ پر مختلف ارتقائی دور گذرے اور دماغی صلاحیت بتدریج ترقی کرتی چلی آئی مگر اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ترقی اپنے انتہائی نقطہ پر اب سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل پہنچ چکی۔ اب جو کچھ نظر آ رہا ہے اور اس زمانے میں فہم و ادراک کی جو نمایش ہو رہی ہے اور سیرت و عمل کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے وہ اسی انتہائی دور ترقی کی ایک انحطاطی او رتنزلی کیفیت ہے۔

انسانی ترقی کے ہر دور میں پیغمبر مبعوث ہوئے جنہوں نے اپنے زمانے کے لوگوں کی استعداد کو ملحوظ رکھکر مناسب وقت تعلیم دی وہ تعلیم چند افراد و اقوام تک محدود اور وقت معین تک مخصوص رہی۔ ارتقائی تغیرات کی مناسبت سے تعلیم میں فروعی تغیرات پیدا ہوتے گئے ان مناسب وقت تغیرات کو عمل میں لانے کی غرض سے ہر ملک اور ہر زبان میں نئے نئے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے حتیٰ کہ حکمت الٰہی کے تحت میں یہ ترقی جب اپنے عروج کے انتہائی نقطہ پر پہنچی تو خاتم النبیئین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہوئے جو ہادی کافۃ الناس تھے جن کی تعلیمات جملہ انبیاء ماقبل کی تعلیمات پر مشتمل تھیں جن کا دین جملہ ادیان سابقہ کا ناسخ قرار پایا جن پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اعلان کر دیا گیا کہ اب قیامت تک کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور جن پر وہ قرآن نازل فرمایا گیا جس کی حفاظت کا حق تعالیٰ نے

خود ذمہ اٹھایا اور جس میں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی مہر لگا دی گئی۔ دین اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور قیامت تک اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ و تغیر و تبدل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

کوئی عقلمند شخص اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ افضل الناس سید البشر امام انبیاء خاتم المرسلین محبوب حق محمد مصطفیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا (نعوذ باللہ) قرآن کے معنی صحیح طور پر نہ سمجھ سکے یا اصحاب رسول جن کو رسول خدا نے خود بنفس نفیس قرآن کی تعلیم دی مفہوم قرآن سے صحیح طور پر آگاہ نہ ہو سکے۔ اور اب ساڑھے تیرہ سو برس بعد وہ جرمنی جس کی غلطی کی بدولت دنیا کا بڑا حصہ ایک عالمگیر جنگ کی سخت تباہ کن آگ میں بقول یورپ ہی کے حال میں کود چکا ہے جو اپنی موجودہ حالت سے مطمئن نہیں اور بقول بیرن عمر کے اپنی حیات میں ایک نئی روح پھونکنا چاہتا ہے اور زندگی کے جدید اصولوں کی تلاش میں ہے یعنی بہ الفاظ دیگر وہ جرمنی جس نے اب تک ایک ناکام اور نامراد زندگی بسر کی ہے قرآنی تعلیم کا صحیح مفہوم از سر نو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

بیرن عمر کا خیال ہے کہ "مشرقیوں نے اب تک قرآن کو جس طور سے سمجھا ہے جرمنی اس سے بالکل مختلف طور پر فیضیاب ہوگا" مگر یہ خیال بجز اس کے کہ مغربی شیخی بازی کا ایک نمونہ ہو کسی اور اہمیت کا مستحق نہیں حقائق منقلب نہیں ہوتے۔ دین شاعری نہیں جس میں مشرق و مغرب کے طبائع کا اختلاف موثر ہو جس طرح ریاضی اور ریاضی کے نتائج، سائنٹفک معلومات اور اس کے ماحصل میں مشرقی و مغربی طبائع کے اختلاف کو دخل نہیں جس طرح مشرقی اور مغربی دونوں کے نزدیک دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ دونوں کے نزدیک آگ جلانے والی اور پانی آگ بجھانے والا ثابت ہے۔ اسی طرح مشرقی اور مغربی دونوں کے نزدیک حقائق الٰہی و حقائق کونی یکساں ہوں گے خواہ دونوں کے

انجیل اصول تجسس طرز استدلال اور روش زندگی میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ کیا جرمنی قرآن مجید کے ساتھ بھی وہ سلوک کرنا چاہتا ہے جو عیسائی دنیا نے بائبل کے ساتھ کیا؟ لیکن ہم پیشین گوئی کئے دیتے ہیں کہ خواہ جرمنی کے باشندے ہوں یا کہیں اور کے، اس کوشش میں کسی کو بھی کامیابی نہ ہوگی کیونکہ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کی ضمانت قرآن کے الفاظ و معانی دونوں پر شامل ہے۔ نہ لفظی تحریف میں کسی کو کامیابی ہوگی نہ معنوی تحریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشین گوئی فرما چکے ہیں کہ لَا یَزَالُ طَایِفَۃٌ مِن اُمَّتِی عَلَی الحَقِّ ظَاہِرِیْنَ لَا یَضُرُّہُمْ مَن خَالَفَہُم حَتّٰی یَاتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ (میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ کھلم کھلا حق پر رہیگا۔ ان لوگوں کو مخالف ان کا ضرر نہ پہونچا سکے گا۔ یہاں تک کہ آجاوے امر اللہ کا یعنی قیامت)۔

عالمگیر تحریک قرآن اور فرقہ بندیاں

از مولوی ابو محمدؐ صاحب مصلح

قرآن مقدس انفرادی اور اجتماعی فلاح وبہبود کا حامل ہے۔ مدنیت اور تہذیب کی تعمیر کی ہر انیٹ کو استوار کرتا ہے انسانیت کے گوشہ گوشہ پر اپنی نگاہ رکھتا ہے ان کا احاطہ کرتا ہے اور ان کا حاوی ہے کوئی ضرورت نہیں جس کو وہ پورا نہ کرتا ہو۔ اور اس راہ کی ہر قسم کی تاریکیوں کو دور کرکے اپنی ہمہ گیر روشنی نہ ڈالتا ہو۔ قرآن مجید عالم الغیب خدا کا کلام ہے۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ فرقہ بندی جیسی چیز پر تیز نظر ڈالتا اور اپنے خاص انداز میں ایک قطعی حکم ایسا نہ صادر فرماتا جو اس کے شایان شان ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے۔ اعتصمو الحبل اللہ جمیعًا وَ لَا تَفَرَّقُوا الخ اس ایک ٹکڑے کے اندر کس اٹل اصول کو کس طرح پیش کیا گیا ہے پہلے تو اعتصموا کی عمومیت ہے اور اس کے ساتھ ہی امر کی شکل میں پھر حبل اللہ کا عالیشان مضبوط حلقہ ہے جس کے اندر محبت و پیار کے دریا موجیں مار رہے ہیں اس کے بعد جمیعًا کی تاکید ہے اور ایک مرتبہ پھر عمومیت کو سمیٹ لیا گیا ہے۔ اور اس بات کا اظہار کر دیا گیا ہے کہ اس کلیہ میں کسی کا استثناء نہیں آخیر میں لاتفرقوا کا خدائی حکم جاری ہوا۔ اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں جو مصائب اور مضائر ہیں اس کی طرف کھلا ہوا اشارہ فرما دیا گیا۔

آیت شریف مسلمانوں کے ہر فرقہ کے لئے قابل توجہ اور دعوت عمل ہے اپنی اپنی جگہ پر ہر فرقہ کو سوچنا چاہئیے کہ خواہ وہ اپنے زعم میں راستی پر کیوں نہ ہو لیکن جب تک اعتصموا اور جمیعًا کے حکم کو پورا نہیں کرتا

یا پوار کرنے کے لئے بیچین نہیں ہے ولا تفرقوا کی وعید میں داخل ہے یا نہیں اور کیا اس شکل میں کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ کا مصداق بنتا ہے یا نہیں اور پھر یہ کہ نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کی حالت تباہ و برباد ہو رہی ہے یا نہیں ؟

اگر ایسا ہے اور ضرور ایسا ہے تو پھر فرقہ بندیوں کی پرورش سے جہاں تک جلد ممکن ہو ہر فرقہ والے کو باز آنا چاہئے اور بلا استثنا اپنی اپنی جگہ پر ہر فرقہ والے کو اس آیت شریف کے لفظ لفظ کی عملی تائید کرنی چاہئے فرقہ بندی کو ناپسند اور ایک ہو جانے کو دل سے پسند کرنا چاہئے اور اس پسندیدگی اور ناپسندیدگی کو [illegible] نہیں بلکہ خدا کی طرف سے عاید کیا ہوا حکم سمجھنا چاہئے ۔

"عالمگیر تحریک قرآن" کا مسلک اس سلسلہ میں وہی ہے جو ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کا تقاضا ہے اور اس کی شہادت میں سب سے بڑی بات یہ پیش کیجا سکتی ہے کہ اس مقدس تحریک کے ہمدرد اور سرکار تقریباً ہر فرقہ کے نامور افراد ہیں ۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرقہ بندی کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے اپنی رسی (قرآن مجید) کو پیش فرمایا ہے اور پھر یہ بھی کہ اس کے اختیار کرنے اور اس کے معنی و مطالب سمجھنے میں کسی طرح بھی متفرق نہ ہو پس اگر آج یہ ذہنیت مسلمانوں کی ہو جائے تو بیڑہ پار ہو اور ہر طرح کی اجتماعی قوت پھر پیدا ہو جائے اور دریا کے بہاؤ کا رخ دوسری قوموں کو راہ راست پر لانے اور جہاد فی سبیل اللہ میں صرف ہونے لگے ۔

"عالمگیر تحریک قرآن" کا بھی یہی مقصد ہے اور اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ قرآن کا علم و عمل قرآن کی روشنی میں عام ہو اور اگر ایسا ہو گیا تو خود بخود بات بن جائیگی اور جو کام آج تک بحث و مباحثہ طعن و تشنیع اور تمسیر و تکلم کے ذریعہ سے نہیں ہو سکا صرف قرآن مجید کی خاموش تعلیم سے ہو جائیگا و ما ذٰلک علی اللہ بعزیز تحریک مقدس کے سلسلہ میں ابتک کم و بیش ایک لاکھ کی تعداد میں لٹریچر شایع کیا جا چکا ہے لیکن ان سب میں یہی شیوہ اختیار کیا گیا ہے جو اوپر بیان ہوا یہاں تک کہ شخصی بے دے کو بھی راہ دینا پسند نہیں کیا گیا ۔ لہذا انشاء اللہ ترجمان القرآن بھی اپنے مقصد میں پورا اترے گا ۔ و باللہ التوفیق ۔

مقتبسات

اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ سے قرآن مجید کی تعریف کی ہے ان میں سے ایک لفظ "بیان" بھی ہے چنانچہ فرمایا ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ اور بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ۔ ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن کو لوگ نہیں سمجھ سکتے خود قرآن اعتراف کرتا ہے کہ اس میں متشابہات بھی موجود ہیں۔ اور متشابہ کے متعلق خود اس کا قول ہے کہ وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰہ۔ پھر قرآن مجید "بیان" کیونکر ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کو ان لوگوں کی نسبت سے بیان کہا گیا ہے جو اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نہ کہ ہر سننے والے کی نسبت سے۔ اور یہ قرآن ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کلام کو بیان اسی معنے کے لحاظ سے کہتے ہیں۔ ورنہ اگر یہ شرط لگا دی جائے کہ بیان صرف اس کلام کو کہا جائے گا جس کو ہر شخص سمجھ لے، تو دنیا کے کسی کلام کو بھی بیان نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ ہر کلام بعض کے لئے بیان ہوتا ہے۔ اور بعض کے لئے نہیں ہوتا۔

سورۃ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (اور تجھ کو بھٹکا ہوا پایا تو راہ راست دکھا دی)۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گمراہی جائز ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ آیت میں ضلال سے مراد ان خصائص سے محرومی اور ان علوم و معارف الٰہی سے

ناواقفیت ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو نبوت سے سرفراز کرنے کے بعد بہرہ مند فرمایا چنانچہ لغت میں جب کوئی شخص اپنی منفعت کے طریقہ سے ناواقف ہو تو کہتے ہیں کہ ضلّ عن کیت وکیت۔ ہاں اگر وَوَجَدَكَ ضَالًا عَنِ الدین کہا گیا ہوتا تو البتہ اس سے وہ گمراہی مراد ہو سکتی تھی جو عموماً لوگ اس لفظ سے سمجھتے ہیں۔

تحریم شراب کے سلسلہ میں پہلا حکم جو نازل ہوا ہے یہ ہے کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (اے ایمان لانے والو نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو۔ تاوقتیکہ تم جو کچھ کہتے ہو اس کو سمجھو نہیں) اس کے متعلق ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ جب انسان نشہ کی حالت میں ہوگا تو اسے یہ یاد ہی کیسے رہیگا کہ اب نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مقصود کلام یہ نہیں ہے کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو بلکہ یہ ہے کہ اپنے اوپر ایسی حالت ہی طاری نہ کرو جس سے تم نماز پڑھنے کے قابل نہیں رہ سکتے۔ اور جس کی بدولت تمہاری یہ حالت ہوجاتی ہے کہ جو کچھ تمہاری زبان سے نکلتا ہے اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس آیت سے نہ صرف ہر نشہ آور چیز کی تحریم کا حکم نکلتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصلّی کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کو سمجھے بھی۔

نقد و نظر

لا الٰہ الا اللہ | تالیف مولوی محمد ادریس خان صاحب نجیب آبادی مکتبۂ عبرت نجیب آباد قیمت ۵ ضخامت ۸۰ صفحہ۔

توحید باری تعالیٰ کا بیان ہے اور زیادہ تر آیات قرآنی سے صفات الٰہی کی تفصیل کر کے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ شرک فی الصفات تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ ہے مصنف نے اپنے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے کہ ان کا مقصد بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں کا رد ہے اور اس میں کسی خاص شخص یا جماعت کو نشانہ نہیں بنایا گیا ہے لیکن ان کے رسالہ کی ابتدا میں جو معلمانہ رنگ ہے، وہ آخر میں مناظرانہ رنگ سے بدل گیا ہے اور مسلمانوں کے بعض گروہوں پر انہوں نے بہت زور کے ساتھ شرک کا الزام عاید کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو غلط اعتقادات مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ ان کی اصلاح ضروری ہے۔ مگر ہماری رائے میں اصلاح کے لئے وہ طریقے اور وہ انداز اختیار کرنے مناسب نہیں جن سے الٹی ضد اور نفرت پیدا کر دیتے ہیں

نسخۂ زکوٰۃ و آداب والدین | انجمن رفیق الاسلام۔ گوڑگانوہ سے ایک آنہ کے ٹکٹ بھیج کر مفت منگائے جا سکتے ہیں۔

یہ دونوں رسالے ان اصلاحی رسائل میں سے ہیں جو انجمن رفیق الاسلام کچھ عرصہ سے شائع کر رہی ہے نسخۂ زکوٰۃ میں بھیک مانگنے کی مخالفت کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ خیرات کن لوگوں کو دینی چاہئے سوال کن کن حالات میں جائز ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف کیا ہیں۔ زکوٰۃ کے مصالح کیا ہیں۔ اور کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ دینی چاہئے۔ رسالہ کا انداز بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے اور قصہ کے پیرایہ میں مسائل سمجھائے گئے ہیں۔ دوسرے رسالہ آداب والدین میں اولاد پر ماں باپ کے حقوق بتائے گئے ہیں اور آیات قرآنی و احادیث نبوی سے یہ بتایا گیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

نوع انسان کو اکابر اسلام کی دعوت اتحاد

تمام دنیا میں ۷ جولائی کو یوم النبی منایا جائے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا مینار تیرہ سو سال سے علم و عمل کی دو عظیم الشان چٹانوں پر قائم ہے اور وہ زندگی کے ہر طوفانی زمانہ میں تہذیب تمدن کی ڈگمگاتی ہوئی کشتیوں کے لئے ایک آخری روشنی اور پناہ ثابت ہوا ہے یعنی حضور نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سب کے لئے ہے، اور جو کچھ کیا ہے وہ بھی سب کے لئے ہے۔

پیغمبر اسلام دنیا کی مختلف تہذیبوں اور ملتوں کو صحیح اصول کی بنا پر ایک رشتہ مساوات میں پرونے کے لئے تشریف لائے تھے آپ صرف مذہبی فرقہ بندی ہی کے خلاف نہ تھے بلکہ عالم انسانیت میں ہر قسم کی فرقہ بندی کے خلاف تھے خواہ وہ کسی نام سے کی جائے آپ نے دنیا کے سامنے جو تعلیم پیش فرمائی ہے وہ شخصی، ملکی، نسلی یا ہنگامی تعلیم نہ تھی بلکہ ایسی ابدی تعلیم تھی جو تمام انسانوں کو اخوت و محبت کے محکم رشتوں میں مربوط کر دینے والی ہے آپ نے نوع انسان کو جس دین فطرت کی طرف بلایا ہے وہ کسی خاص جماعت کا نہیں بلکہ تمام انسانوں کا مشترکہ دین ہے، اور اس دین کو قبول کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اُن تمام تنگ حلقوں سے جن کی بنیاد رنگ نسل زبان قوم یا وطن پر ہے۔ یہ کہتے ہوئے آزاد ہو جاتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ ایک خدا ہے سارا کرۂ ارضی ہمارا وطن ہے اور اس کی پشت پر بسنے والے تمام انسان ایک گھرانے کے افراد ہیں۔

آؤ اس پیغمبر وحدت و محبت کی یاد میں نوع انسان کے لئے سچی اور آزاد اخوت کا ایک ایسا عظیم الشان دن منائیں جس میں ہم سب اپنے اپنے ہنگامی اختلافات و تعصبات کو بھول جائیں اور وحدت و اخوت انسانی کے خیال کو لیکر محبت و مساوات کے متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہوں یہ عظیم الشان دن ۱۲ ربیع الاول (۷ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء) کا دن ہونا چاہئے۔ یہ دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے۔ ہم نہایت ہی خلوص و احترام سے تمام بنی نوع انسان کو اس عید اتحاد میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور اپیل کرتے ہیں کہ ۷ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء کو تمام دنیا کی آبادیوں میں

سیرۃ النبی کے عنوان پر متحدہ جلسے کئے جائیں ایسے جلسے جو پیغمبر اسلام کے پاک نام اور مبارک کام کے شایان شان ہوں اور نوع انسان میں باہمی ہمدردی اور محبت و خدمت خلق کا صحیح جذبہ پیدا ہو۔

اس تقریب پر بعض ممتاز علماء کے قلم سے سیرۃ نبوی کے اہم پہلوؤں پر تقریریں شایع کیجارہی ہیں یہ تقریریں تمام جلسوں میں سنائی جائیں اور انکے تراجم دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں شایع کر کے ہر جگہ مفت تقسیم کئے جائیں۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند پاک اس بین الاقوامی عید کو نسل انسانی کیلئے بابرکت بنائے۔

نوٹ۔ سیرت کی اردو ہندی گورمکھی انگریزی عربی تقریروں کی قیمت پچاس روپیہ فی ہزار ۶ روپیہ فی سیکڑہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔ ایک روپیہ چار آنہ کا ٹکٹ بھیجکر ۶ اکتابیں طلب کیجائیں۔ (پتہ) سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور

الداعیان

عرب

(مولانا) محمد عبد الظاہر۔ (امام و خطیب مسجد حرم مکہ معظمہ)

(مولانا) محمد عبد الرزاق (امام مسجد حرم مکہ)

(مولانا) عبید اللہ سندھی (مکہ معظمہ)

مصر

(علامہ) عبد العزیز الثعالبی۔ (قاہرہ)

(ہز ہائینس) پرنس عمر طوسون پاشا۔ (قاہرہ)

(ہز ایکسیلنسی) محمد علی پاشا علوبہ (سابق وزیر اوقاف مصر)

(علامہ) عبد القادر بک حمزہ (مدیر "البلاغ" مصر)

یورپ

(لارڈ) ہیڈلے فاروق (لنڈن)

(سر) عمر ہیوبرٹ رینکن (لنڈن)

(امیر) شکیب ارسلان (جنیوا)

افغانستان

(آقائے) برہان الدین کشکی (صاحب "اصلاح" کابل)

(عالی قدر) عطا محمد الحسینی۔ (رئیس مجلس اعیان کابل)

ایران

(ہز ایکسیلنسی) سید ضیاء الدین طباطبائی (سابق وزیر اعظم)

شام

(حضرت المجاہد) علی ریاض الصلح) بیروت

(علامہ) صفوۃ یونس الحسینی (بیت المقدس)۔

(امیر) سعید الجزائری (رئیس جمعیۃ الخلافہ شام)

ہندوستان

(علامہ) سر محمد اقبال۔ (لاہور)

(ڈاکٹر) سر سید راس مسعود (نواب مسعود جنگ علیگڈھ)

(علامہ) سید سلیمان ندوی۔ (لکھنؤ)

(آنریبل) سر فیروز خاں نون (وزیر تعلیم پنجاب لاہور)

(نواب) سر عبد القیوم (وزیر سرحد پشاور)

(نواب) محمد شاہ نواز خان (ملتان)

(سیٹھ) جمال محمد (مدراس)۔

خـــالی صفحـــه

قواعد

رسالہ "ترجمان القرآن" بالعموم ہر ہجری مہینہ کی ۵ تاریخ کو شائع ہوا کرے گا۔ مہینہ
۲۵ تاریخ تک جن حضرات کے پاس پرچہ نہ پہنچے وہ دوبارہ لکھکر منگوا سکتے ہیں۔ ختم ماہ کے بعد
دوسرے مہینہ کی ابتدا میں جن خریداروں کی شکایات موصول ہونگی ان کو پرچہ قیمتاً
دیا جائے گا۔

رسالہ کی موجودہ قیمت میں کسی قسم کی رعایت ممکن نہیں ہے۔ لہذا کوئی صاحب
رعایت کا مطالبہ نہ فرمائیں۔

خریداروں کو دفتر سے مراسلت کرنے میں ہمیشہ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور
چاہیئے لیکن یہ لحاظ رہے کہ رجسٹر نمبر اور چیز ہے اور نمبر خریداری اور چیز۔

اشاعت کے لئے مضامین اور حل طلب شکوک تمام ایڈیٹر کے نام بھیجے جائیں
لیکن ایڈیٹر پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہر مضمون شائع کرے۔

منیجر ترجمان القرآن

خیریت آباد۔ (حیدرآباد دکن)